الکتاب

آیات بیّنات

جاء عیسیٰ بالبیّنات

حصہ سوم

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا

احمد عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخاتم النبیّین

سوال نمبرا۔ آپ نے خود پڑھ لیا کہ ایک مقام پر مذکور ہے کہ فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ وہ بیوہ ہوگئیں اور عدت گزاری۔ جیسا کہ درج ذیل روایت کے متن کو دیکھا جاسکتا ہے۔

أَحَدٍ غَيْرِهِ فَقَالَتْ لَئِنْ شِئْتَ لَأَفْعَلَنَّ فَقَالَ لَهَا أَجَلْ حَدِّثِينِي فَقَالَتْ نَكَحْتُ ابْنَ الْمُغِيرَةِ وَهُوَ مِنْ خِيَارِ شَبَابِ قُرَيْشٍ يَوْمَئِذٍ فَأُصِيبَ فِي أَوَّلِ الْجِهَادِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا تَأَيَّمْتُ

انھوں نے کہا ہاں بیان کرو۔ فاطمہ نے کہ میں نے نکاح کیا ابن مغیرہ سے اور وہ قریش کے عمدہ جوانوں میں سے تھے ان دنوں۔ پھر وہ شہید ہوئے پہلے ہی جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔ جب میں بیوہ ہوگئی تو مجھ سے پیام بھیجا عبدالرحمٰن بن عوف اور کئی اصحاب

اودوسرے مقام پر بیوہ کی بجائے طلاق کا ذکر ہے کہ طلاق کے بعد عدت گزار رہی تھیں جیسا کہ روایت کے متن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبٍ يُقَالُ لَهُ رُطَبُ ابْنِ طَابٍ وَأَسْقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي قَالَتْ فَنُودِيَ فِي النَّاسِ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فِيمَنْ

انھوں نے ہم کو تحفہ دیا رطب جس کو رطب ابن طاب کہتے ہیں (وہ ایک عمدہ قسم ہیں تر کھجور کی) اور جو کے ستو ہم کو پلائے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں وہ کہاں عدت کرے؟ انھوں نے کہا بعلی نے مجھے تین طلاق دی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اجازت دی اپنے میکے میں عدت کرنے کی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان میں سے کون سی بات ٹھیک ہے؟ یہ ایک ایسا تضاد ہے جو اس روایت کی صحت کو مشکوک بنا دیتا ہے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لیے اسماء والرجال پر تحقیق کرنے والوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ فاطمہ بنت قیس بیوہ نہیں بلکہ اس وقت مطلقہ تھیں یعنی ان کو طلاق ہوئی تھی وہ عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے نکاح میں تھیں اور انہوں نے طلاق دی تھی۔ اس پر مسند احمد میں کئی روایات موجود ہیں کہ انہیں طلاق ہوئی تھی۔

روایت کی صحت کو بچانے کے لیے اس مسئلے کا حل تو نکال لیا گیا لیکن اس حل نے ناقابل حل سوال کو جنم دے دیا وہ یہ ہے کہ روایت کیمطابق عدت گزارنے سے پہلے ہی ان کو کئی اصحاب محمد کی طرف سے نکاح کا پیغام موصول ہوا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اصحاب رسول کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ اللہ یہ آیات نازل کر چکا ہے کہ مطلقہ عورت کی عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی طرف نکاح کا پیغام نہیں بھیجا جاسکتا؟

کیونکہ اللہ نے دوران عدت دوبارہ رجوع کی گنجائش رکھی ہے۔ اب یہ کیسے مان لیا جائے کہ اصحاب رسول ایک مطلقہ عورت جو ابھی عدت میں ہے اس کی طرف نکاح کا پیغام بھیج رہے ہیں؟ کیا اصحاب رسول کو اتنا بھی علم نہ تھا؟ اور اس بات کو تو چھوڑ یئے روایت میں تو محمد علیہ السلام کی ذات پر بہتان عظیم باندھا جارہا ہے کہ خود محمد رسول اللہ نے بھی اسامہ بن زید کے لیے نکاح کا پیغام بھجوادیا حالانکہ مطلقہ نے اپنی عدت بھی پوری نہیں کی؟ کیا اللہ کا رسول ایسا کرسکتا ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں ان کے جوابات چاہ کر بھی نہیں تراشے جاسکتے کیونکہ نہ تو یہ واقعہ مکی دور کا ہے اور نہ ہی ہجرت کے بعد مدنی دور کے شروع کا ہے بلکہ یہ واقعہ مدنی دور کے آخری وقت دس ہجری کا ہے۔ اگر تو مکی دور کی بات ہوتی تو کئی جواز پیش کیے جاسکتے تھے حالانکہ مکی دور میں بھی اللہ کا رسول ایسا ہرگز نہیں کرسکتا کیونکہ اللہ کا رسول وحی کا پابند ہوتا ہے اور اللہ اپنے رسول کو ایسے کسی کام کے حلال کر لینے کی اجازت نہیں دیتا جو اپنی ذات میں حرام ہے اور جب تک اس کی حرمت کے اعلان کا وقت نہیں آجاتا اللہ کا رسول جان بوجھ کر ایسا کام نہیں کرسکتا الا یہ کہ جس حالت میں اللہ نے گنجائش رکھ دی۔

نوٹ: اس واقعہ کے علاوہ مسند احمد سمیت بعض کتب میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں یہ واضح ہے کہ ان کی طرف نکاح کا پیغام عدت گزرنے کے بعد بھیجا گیا لیکن ان روایات کا اس واقعہ والی روایت سے تعلق نہیں ہے جس سے اس واقعہ والی روایت کی صحت مزید مشکوک اور کمزور ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر۲ ۔ مسلم کی روایت میں دیکھیں کہ شعبی نے کہا کہ وہ فاطمہ بنت قیس سے پوچھنے گئے کہ مطلقہ عورت عدت کہاں گزارے جیسا کہ ذیل میں روایت کا عکس موجود ہے۔

صحیح مسلم شریف — جلد ششم — فتنوں اور قیامت کی نشانیاں کا بیان

۷۳۸۷- عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبٍ يُقَالُ لَهُ رُطَبُ ابْنِ طَابٍ وَأَسْقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي قَالَتْ فَنُودِيَ فِي النَّاسِ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فِيمَنْ

۷۳۸۷- شعبیؒ سے روایت ہے ہم فاطمہ بنت قیس کے پاس گئے انھوں نے ہم کو تحفہ دیا رطب جس کو رطب ابن طاب کہتے ہیں (وہ ایک عمدہ قسم ہیں تر کھجور کی) اور جو کے ستو ہم کو پلائے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں وہ کہاں عدت کرے؟ انھوں نے کہا بعلی نے مجھے تین طلاق دی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اجازت دی اپنے میکے میں عدت کرنے کی۔

اب میرا اسی پر پہلا سوال ہے کہ جب شعبی مدینہ یعنی یثرب میں آیا ہی تھا اور اس کا سوال تھا تو اس نے اس سوال کے جواب کے لیے فاطمہ بنت قیس کے پاس ہی جانا کیوں مناسب سمجھا کیا امہات المومنین مدینہ میں موجود نہیں تھیں؟ کیا خلیفہ موجود نہیں تھا یا کوئی ایسا مرد موجود نہیں تھا جو ان کے اس سوال کا جواب دے سکتا تھا؟ اور اس سے بھی بڑا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اصحاب رسول قرآن سے ہی ناواقف تھے۔ کیا اللہ نے قرآن میں مطلقہ کی عدت گزارنے کی صراحت کیساتھ وضاحت نہیں کر دی؟ کیا قرآن میں آیات موجود نہ تھیں جو وہ قرآن کو چھوڑ کر فاطمہ بنت قیس کے ہاں جا پہنچے؟ اس سے تو بالکل ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ کہانی کسی الاسلام دشمن یہودی کی گھڑی ہوئی ہے جس نے جان بوجھ کر اصحاب رسول کے کردار کو مشکوک بنانا چاہا اور اس واقعہ کو فاطمہ بنت قیس سے منسوب کر دیا اور خود کو امت مسلمہ کہلوانے والوں نے خود کو فرقوں میں تقسیم کر کے اپنے اپنے فرقے اور اس کے نظریات کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایسی روایات کو بطور دلائل استعمال کرنا شروع کر دیا۔

سوال نمبر۳۔ اس روایت کے تمام مقامات کو سامنے رکھیں تو جو تضادات سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ایک مقام پر یہ مذکور ہے کہ یہ واقعہ تمیم داری کیساتھ پیش آیا وہ بذات خود سمندری جہاز میں سوار تھے ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس کو دیکھیں۔

لِرَهْبَةٍ وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ

دجال کے باب میں۔ اس نے بیان کیا کہ وہ شخص یعنی تمیم سوار ہوا سمندر کے جہاز میں تیس آدمیوں کے ساتھ جو لخم اور جذام کی قوم سے تھے۔ سو ان سے ایک مہینہ بھر لہر کھیلا سمندر میں (یعنی شدت

۷۳۸۸- عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ فَأَخْبَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنَّهُ رَكِبَ الْبَحْرَ فَتَاهَتْ بِهِ

۷۳۸۸- فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس تمیم داری آئے اور آپ کو خبر دی کہ سمندر میں سوار ہوئے تھے ان کا جہاز راہ سے ہٹ گیا اور ایک جزیرہ سے

مُصَلَّاهُ»، ثُمَّ قَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟» قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «إِنِّي مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَهْبَةٍ وَلَا رَغْبَةٍ، وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ أَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ،

ہے۔ میں نے تمہیں اس لیے جمع کیا ہے کہ تمیم داری عیسائی تھا' میرے ہاں آیا' بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور اس نے مجھے ایک بات بیان کی ہے جو میری بات کی تائید میں ہے جو میں نے تمہیں دجال کے متعلق کہی ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک جہاز میں سوار ہوا' اس کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی تھے۔ جہاز

دوسرے مقام پر تمیم داری کی بجائے ان کے چچازاد کا ذکر ہے کہ یہ واقعہ تمیم داری کیساتھ نہیں بلکہ ان کے چچازاد کیساتھ پیش آیا ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں دیکھیں۔

فَقَالَ ((إِنَّ بَنِي عَمٍّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَكِبُوا فِي الْبَحْرِ)) وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ قَالَتْ

آپ منبر پر خطبہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ تمیم داری کے چچازاد بھائی سمندر میں سوار ہوئے۔ پھر بیان کیا وہی قصہ جو گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے

تیسرے مقام پر نہ تمیم داری کا ذکر ہے اور نہ ہی ان کے چچازاد کا بلکہ اس کے برعکس یہ ہے کہ یہ واقعہ ان کی قوم کے کچھ لوگوں کیساتھ پیش آیا ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ

بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک

چوتھے مقام پر یوں مذکور ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ تمیم داری میرے پاس آئے مجھے خبر دی اور ساتھ ہی آگے یہ بھی آجاتا ہے کہ مجھے خبر دی تمیم داری کے چچازاد نے جیسے کہ ذیل میں روایت کے عکس میں واضح نظر آرہا ہے۔

يَنْفَعُكُمْ، لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ. وَلٰكِنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي خَبَرًا مَنَعَنِي الْقَيْلُولَةَ، مِنَ الْفَرَحِ وَقُرَّةِ الْعَيْنِ. فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَنْشُرَ عَلَيْكُمْ فَرَحَ نَبِيِّكُمْ. أَلَا إِنَّ ابْنَ عَمِّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَّ الرِّيحَ أَلْجَأَتْهُمْ إِلَى جَزِيرَةٍ لَا يَعْرِفُونَهَا. فَقَعَدُوا فِي قَوَارِبِ السَّفِينَةِ. فَخَرَجُوا فِيهَا. فَإِذَا

میرے پاس تمیم داری آئے اور مجھے ایک خبر دی جس سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ مجھے دوپہر کو خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک کی وجہ سے نیند نہیں آئی' اس لیے میں نے چاہا کہ تمہارے نبی کی خوشی سے تم سب کو آگاہ کر دوں۔ مجھے تمیم داری کے ایک چچا زاد نے بتایا کہ (سمندری سفر کے دوران میں) بادِ مخالف انھیں ایک غیر معروف جزیرے تک لے گئی۔ وہ جہاز کی کشتیوں میں

اب یہاں بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا تمیم داری نے خبر دی یا پھر ان کے چچازاد نے؟ اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محمد علیہ السلام کے پاس تمیم داری آئیں اور وہ خبر دیں پھر محمد علیہ السلام یہ کہیں کہ یہ خبر تمیم داری کے چچازاد نے دی؟

پانچویں مقام پر نہ تمیم داری کا ذکر ہے نہ ہی ان کے چچازاد کا اور نہ ہی ان کی قوم کا بلکہ نامعلوم لوگوں کا ذکر ہے کہ یہ واقعہ نامعلوم لوگوں کے ساتھ پیش آیا جیسا

کہ ذیل میں روایت کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ فِي سَفِينَةٍ لَهُمْ فَانْكَسَرَتْ بِهِمْ فَرَكِبَ بَعْضُهُمْ

بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک کشتی میں وہ کشتی ٹوٹ گئی۔ بعض لوگ ان میں کے ایک تختہ پر سوار

اب آپ ان پانچوں مقامات کو سامنے رکھیں تو سامنے آنے والے تضادات ایسے ہیں جو اس روایت کی صحت کو نہ صرف مشکوک بنا دیتے ہیں بلکہ نا قابل قبول بنا دیتے ہیں اور من گھڑت قرار دیتے ہیں۔ لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ خود کو علماء کہلوانے والوں کی اکثریت نے عام عوام میں یہی پھیلایا ہوا ہے کہ یہ واقعہ تمیم داری کیساتھ پیش آیا اور اس کا دوسرا رخ جو ابھی سامنے لایا جا رہا ہے اس کو سرے سے چھپا دیا جاتا ہے جو کہ بہت بڑا دھوکا ہے۔ آپ اپنی آنکھوں سے تمام مقامات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ کیا سب کو ہی صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے حالانکہ واقعہ تو صرف ایک ہی ہے۔ یہ بات اس روایت کی صحت کو غیر معمولی مشکوک بنا دیتی ہے۔

سوال نمبر۴۔ ایک مقام پر مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی صلاۃ کے بعد یہ واقعہ بیان کیا جیسا کہ ذیل میں روایت کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

٤٣٢٥- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عن الزُّهْرِيِّ، عن أَبِي سَلَمَةَ، عن

۴۳۲۵- حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر فرمادی۔ پھر تشریف لائے اور فرمایا: ''مجھے تمیم داری

لیکن دوسرے مقام پر عشاء کی صلاۃ کے برعکس ظہر کی صلاۃ کے بعد اس واقعہ کو بیان کرنے کا ذکر ہے ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں واضح ہے۔

٤٣٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي

۴۳۲۷- حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ بات بالکل مصدقہ ہے کہ محمد علیہ السلام نے ایک ہی بار یہ واقعہ بیان کیا تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اتنا اہم واقعہ بندہ بھول جائے یا کوئی پریشانی ہو یاد رکھنے میں کہ کس وقت بیان کیا؟ اب یہ تو ممکن نہیں ہے کہ دونوں باتوں کو صحیح تسلیم کرلیا جائے اس لیے یہ بات بھی اس روایت کی صحت کو سخت مشکوک بنا دیتی ہے۔ یہ بھی ایک ایسا تضاد ہے جس کا جواب دینا ناممکن ہے الا یہ کہ اس کی بنیاد پر روایت کو من گھڑت قرار دیا جائے اس کے علاوہ اس تضاد کو دور نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کوئی تسلی بخش جواب دیا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر۵۔ ایک مقام پر یہ ہے کہ مخالف ہوا کی سمت سے سمندری لہروں میں ایک مہینہ تک گھرے رہے اور بالآخر ایک جزیرے پر ان کا جہاز جا لگا اور وہ چھوٹی کشتیوں میں سوار ہو کر جزیرے میں گئے جیسا کہ روایات کے دیئے گئے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أَحَدَّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامَ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ ثُمَّ أَرْفَئُوا إِلَى جَزِيرَةٍ

سے تھے۔ سو ان سے ایک مہینہ بھر لہر کھیلا سمندر میں (یعنی شدت موج سے جہاز تباہ رہا)۔ پھر وہ لوگ جا لگے سمندر میں ایک ٹاپو کی طرف سورج ڈوبتے۔ پھر جہاز سے پلوار (یعنی چھوٹی کشتی) میں بیٹھے اور ٹاپو میں داخل ہوئے۔ وہاں ان کو ایک جانور بھاری دم بہت

حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي حَدَّثْتُكُمْ عنِ الدَّجَالِ، حدَّثني أَنَّهُ رَكِبَ في سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامٍ، فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا في الْبَحْرِ وَأَرْفَئُوا إِلَى جَزِيرَةٍ

اس کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی تھے۔ جہاز کو طوفانی موجوں نے آ لیا جو انہیں ایک مہینہ تک پریشان کیے رہیں..... اور وہ سورج غروب ہونے کے وقت ایک جزیرے کے پاس پہنچے اور ایک چھوٹی کشتی

عَمٍّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَّ الرِّيحَ أَلْجَأَتْهُمْ إِلَى جَزِيرَةٍ لَا يَعْرِفُونَهَا. فَقَعَدُوا فِي قَوَارِبِ السَّفِينَةِ. فَخَرَجُوا فِيهَا. فَإِذَا هُمْ بِشَيْءٍ أَهْدَبَ، أَسْوَدَ. قَالُوا لَهُ: مَا

دوں۔ مجھے تمیم داری کے ایک چچا زاد نے بتایا کہ (سمندری سفر کے دوران میں) بادِ مخالف انھیں ایک غیر معروف جزیرے تک لے گئی۔ وہ جہاز کی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرے میں پہنچے۔ انھیں بڑی بڑی پلکوں والی

اس کے برعکس دوسرے مقام پر مسند احمد کی روایت میں ہے کہ اچانک طوفان آ گیا اور ان کا جہاز ایک جزیرے پر جا لگا جیسا کہ روایت کے دیئے گئے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اچانک سمندر میں طوفان آ گیا، وہ سمندر میں ایک نامعلوم جزیرہ کی طرف پہنچے

اس کے برعکس تیسرے مقام پر یہ مذکور ہے کہ جہاز میں سوار لوگوں کا کھانا ختم ہو گیا اور وہ کھانے کی تلاش میں خود جزیرے پر گئے جیسا کہ ذیل میں روایت کے عکس میں واضح ہے۔

٤٣٢٨- حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عن الْوَلِيدِ بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ جُمَيْعٍ، عن أَبِي سَلَمَةَ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عن جَابِرٍ قالَ: قالَ رَسُولُ اللهِ

۴۳۲۸-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ”کچھ لوگ سمندر میں جا رہے تھے کہ ان کا کھانا ختم ہو گیا، تو انہیں ایک جزیرہ دکھائی دیا۔ وہ روٹی کی تلاش میں اسی میں

چوتھے مقام پر اس کے برعکس پانی کا ذکر ہے کہ پانی ختم ہو گیا اور پانی کی تلاش میں جزیرے میں گئے جیسا کہ ذیل میں روایت کے عکس میں واضح ہے۔

رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنَّهُ رَكِبَ الْبَحْرَ فَتَاهَتْ بِهِ سَفِينَتُهُ فَسَقَطَ إِلَى جَزِيرَةٍ فَخَرَجَ إِلَيْهَا يَلْتَمِسُ

سوار ہوئے تھے ان کا جہاز راہ سے ہٹ گیا اور ایک جزیرہ سے جا لگا۔ وہ اس کے اندر گئے پانی کی تلاش میں۔ وہاں ایک آدمی دیکھا

پانچویں مقام پر یہ مذکور ہے کہ ان کا جہاز ٹوٹ گیا یعنی تباہ ہو گیا اور وہ لوگ جہاز کے تختے پر سوار ہو کر ایک جزیرے پر جا لگے جیسا کہ ذیل میں دیئے گئے روایت کے عکس میں واضح ہے۔

تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ فِي سَفِينَةٍ لَهُمْ فَانْكَسَرَتْ بِهِمْ فَرَكِبَ بَعْضُهُمْ عَلَى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ فَخَرَجُوا إِلَى

بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک کشتی میں وہ کشتی ٹوٹ گئی۔ بعض لوگ ان میں کے ایک تختہ پر سوار ہو رہے اور ایک جزیرہ میں گئے۔ پھر بیان کیا حدیث کو اسی طرح

ابوداؤد نے تو اپنی مسند ابوداؤد میں یہاں تک لکھا ہے کہ ان میں سے صرف ایک ہی زندہ بچا باقی سب غرق ہو گئے اور جو زندہ بچا اس میں تمیم داری کا نام نہیں بلکہ کسی اور کا نام ہے جیسا کہ ذیل میں ابوداؤد کے الفاظ کو دیئے گئے روایت کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

غَرِقَ فِي الْبَحْرِ مَعَ ابنِ مِسْوَرٍ لَمْ يَسْلَمْ مِنْهُمْ غَيْرُهُ.

جو ابن مسور کے ساتھ سمندر میں ڈوب گئے تھے اور اس کے علاوہ اور کوئی محفوظ نہیں رہا تھا۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ ان میں سے کون سی بات کو سچ مان لیا جائے اور باقی سب کو رد کر دیا جائے؟ اتنے بڑے اور غیر معمولی تضادات اس روایت کو من گھڑت قرار دینے کے لیے کافی ہیں اور یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب دینا ناممکن ہے اور پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کا جہاز تباہ ہو گیا تو وہ لوگ واپس کیسے آئے؟

ابوداؤد کے مطابق ان میں صرف ایک ہی شخص زندہ بچا باقی سب غرق ہو گئے تو پھر یہ سب محمد علیہ السلام نے بیان کیوں نہ کیا؟ وہ شخص وہاں سے واپس کیسے آ گیا؟ اس کی بجائے تمیم داری نے واقعہ کیوں سنایا؟ نہ صرف تمیم داری کا ذکر آتا ہے بلکہ ان کے چچا زاد کا بھی اور ان دونوں کے علاوہ نامعلوم افراد کا بھی ذکر آتا ہے آخر یہ سب تضادات کہاں سے آ گئے؟

کہیں پر پانی کی تلاش میں جزیرے پر جانے کا ذکر کہیں پر روٹی کی تلاش میں، کہیں پر جہاز بھٹک کر خود ہی جا لگا تو کہیں جہاز ہی تباہ ہو گیا آخر یہ تمام تر سوالات کے جوابات کیسے حاصل ہو سکتے ہیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو اس روایت کو من گھڑت قرار دینے کے لیے کافی ہیں اور کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا اگر کوئی مخالفت کرے گا تو اس کو ان تمام سوالات کے جوابات دینا لازم ہوں گے جو کہ ناممکن ہے۔

سوال نمبر ۶۔ ایک مقام پر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود تمیم داری سے یہ واقعہ سن کر بیان کیا لیکن دوسرے مقام پر اس کے برعکس یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمیم داری کو سامنے نکالا اور تمیم داری نے یہ واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کیا جیسا کہ ذیل میں روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۷۳۸۹- عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ حَدَّثَنِي تَمِيمٌ الدَّارِيُّ أَنَّ أُنَاسًا مِنْ قَوْمِهِ كَانُوا فِي الْبَحْرِ

۷۳۸۹- فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منبر پر بیٹھے اور فرمایا اے لوگو! مجھ سے بیان کیا تمیم داری نے کہ ان کی قوم کے لوگ سمندر میں تھے ایک

الْخُرُوجِ قَدْ وَطِئْتُ الْبِلَادَ كُلَّهَا غَيْرَ طَيْبَةَ فَأَخْرَجَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى النَّاسِ فَحَدَّثَهُمْ

ہو آتا سوا طیبہ کے۔ پھر رسول اللہؐ نے تمیم کو لوگوں کے سامنے نکالا اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا طیبہ یہی مدینہ ہے

اب یہاں بھی یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کس بات کو صحیح تسلیم کیا جائے؟ اور اگر دونوں میں سے ایک کا رد کیا جائے تو اس کی بنیاد کیا ہو گی؟ یہ کیسے ثابت ہو گا کہ جسے ترک کیا جا رہا ہے وہی غلط ہے اور جو بات لی جا رہی ہے وہ ہی ٹھیک ہے؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی غلط ہوں؟ یہ سوال بھی اس روایت کی صحت کو مشکوک اور نا قابل اعتماد بنا دیتا ہے۔

سوال نمبر ۷۔ روایات میں مذکور ہے جساسہ سے ملاقات ہوئی اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جانور تھا تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں اسے جانور لکھا اور کہا جاتا ہے اور کہیں پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک عورت تھی جس پر اتنی کثرت سے بال تھے کہ اس کے اگلے اور پچھلے حصے کا پتہ نہیں چلتا تھا جیسا کہ ذیل میں روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ ثُمَّ أَرْفَئُوا إِلَى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ حَتَّى مَغْرِبِ الشَّمْسِ فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ لَا يَدْرُونَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ

بیٹھے اور ٹاپو میں داخل ہوئے۔ وہاں ان کو ایک جانور بھاری دم بہت بالوں والا ملا کہ اس کا آگا پیچھا دریافت نہ ہوتا تھا بالوں کے ہجوم سے۔ تو لوگوں نے اس سے کہا اے کمبخت تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں جاسوس ہوں۔ لوگوں نے کہا جاسوس کیا؟ اس نے کہا اس

«إِنَّهُ حَبَسَنِي حَدِيثٌ كَانَ يُحَدِّثُنِيهِ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ عن رَجُلٍ كَانَ فِي جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ: فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ

تھا' اور میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بال کھینچ رہی تھی۔ پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں "جساسہ" ہوں' اس محل میں چلے جاؤ' میں وہاں گیا تو اس میں ایک

تو کیا وہ جانور تھا یا ایک عورت؟ اگر جانور تھا تو اس جانور نے ان سے کس زبان میں اور کیسے بات کی؟ وہ لوگ عرب تھے تو ظاہر ہے ان کی زبان عربوں کی زبان عربی تھی تو اس جانور نے ان کیساتھ عربی زبان میں اتنی روانی سے بات کیسے کی؟

اور اگر وہ جانور نہیں تھا بلکہ عورت تھی تو وہ عورت وہاں کہاں سے آ گئی؟ اور پھر وہ کیسی عورت تھی جس پر بالوں کی اتنی کثرت تھی کہ نہ ہی اس کا اگلا اور نہ ہی پچھلے حصے کا پتہ چلتا تھا؟ کیا کوئی بشر ایسا ہو سکتا ہے؟ اور اس عورت نے ان سے کس زبان میں بات کی؟ اگر عربی میں بات کی تو وہ عورت عربی کیسے جانتی تھی؟

سوال نمبر ۸۔ پھر ایک مقام پر ہے کہ انہوں نے جساسہ پر سلام بھیجا اور اس نے ان کے سلام کا واپس جواب بھی دیا لیکن اس کے برعکس دوسرے مقام پر ملتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ تیرے لیے ویل ہو جس کے معنی ہلاکت کے کیے جاتے ہیں حالانکہ ویل جہنم کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے ان دونوں مقامات کو واضح طور پر روایات کے دیئے گئے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

سَفِينَةٍ حَتَّى خَرَجُوا إِلَى الْجَزِيرَةِ فَإِذَا هُمْ بِشَيْءٍ أَهْلَبَ كَثِيرِ الشَّعْرِ لَا يَدْرُونَ أَرَجُلٌ هُوَ أَوْ امْرَأَةٌ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِمُ السَّلَامَ فَقَالُوا: أَلَا تُخْبِرُنَا فَقَالَ مَا أَنَا بِمُخْبِرِكُمْ وَلَا مُسْتَخْبِرِكُمْ وَلَكِنَّ هَذَا الدَّيْرَ قَدْ

چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے تو انہیں وہاں ایک جانور ملا جو موٹے اور گھنے بالوں والا تھا، انہیں سمجھ نہ آئی کہ وہ مرد ہے یا عورت انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب دیا، انہوں نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا: اے

أَهْلَبُ كَثِيرَةُ الشَّعْرِ. قالُوا: وَيْلَكِ ما أَنْتِ؟ قالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، انْطَلِقُوا إِلَى

انہوں نے کہا: کم بخت! تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں جساسہ ہوں۔ اس گرجے میں ایک آدمی ہے اس کے

یہ بھی ایک غیر معمولی تضاد ہے اگر تو جساسہ جہنمی تھا تو انہوں نے اس پر سلام کیسے بھیجا اور اور اگر وہ جنتی تھا تو انہوں نے اس کے لیے ویل کیوں کہا؟ یہ غیر معمولی تضاد بھی اس روایت کو مشکوک اور نا قابل تسلیم بنا دیتا ہے اور اس کا جواب بھی دینا ایسے لوگوں کے لیے ناممکن ہے جو محض اپنی ضد اور انا کی خاطر اپنے باطل نظریات کو کھوکھلی بنیاد فراہم کرنے کی خاطر اس روایت کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں چاہے ان کے اس فعل سے ساری انسانیت گمراہ ہو جائے انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں بلکہ ان کو اپنی انا، ضد، ہٹ دھرمی اور باطل عقائد ہی سب سے بڑھ کر عزیز ہیں۔

سوال نمبر ۹۔ ایک مقام پر یہ ہے کہ جب وہ الدیر میں داخل ہوئے تو انہوں نے الدجّال پر سلام بھیجا اور اس نے واپس ان پر سلام بھیجا لیکن دوسرے مقام پر

اس کے برعکس اس پر ویل بھیجی گئی یعنی جہنمی قرار دیا گیا جیسا کہ ذیل میں روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

فَانْطَلَقُوا حَتّٰى أَتَوُا الدَّيْرَ فَإِذَا هُمْ بِرَجُلٍ مُوثَقٍ شَدِيدِ الْوَثَاقِ مُظْهِرِ الْحُزْنَ كَثِيرِ التَّشَكّٰى فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِمْ فَقَالَ مَنْ أَنْتُمْ قَالُوا مِنَ الْعَرَبِ قَالَ مَا فَعَلَتْ الْعَرَبُ أَخْرَجَ نَبِيُّهُمْ بَعْدُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَمَا فَعَلَتْ

کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ انتہائی غمگین اور بہت زیادہ شکایت کرنے والا تھا، انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب اور پوچھا

رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ قُلْنَا وَيْلَكَ مَا أَنْتَ قَالَ قَدْ

آدمی ہے کہ ہم نے اتنا بڑا آدمی اور ویسا سخت جکڑا ہوا کبھی نہیں دیکھا۔ جکڑے ہوئے ہیں اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ درمیان دونوں زانو کے دونوں ٹخنوں تک لوہے سے۔ ہم نے کہا اے کمبخت تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا تم قابو پا گئے میری خبر پر (یعنی میرا حال تو تم کو اب معلوم ہو جائے گا) تم اپنا حال بتاؤ کہ تم کون ہو؟

سوال نمبر۱۰۔ روایات میں ایک مقام پر الدیر کا لفظ آیا ہے کہ اس الدیر میں داخل ہو جاؤ تو وہیں دوسرے مقام پر الدیر کی بجائے قصر کا لفظ آیا ہے جیسا کہ روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

هٰذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ

إِلَى ذٰلِكَ الْقَصْرِ.

دونوں الفاظ کے معنوں میں زمین آسمان کا فرق ہے قصر کہتے ہیں محل کو ایسے گھر کو جو طرح طرح کی سہولتوں سے مزین ہو اور الدیر کے معنی آگے آئیں گے تفصیل کیساتھ۔ یہاں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک ہی صحیح ہو سکتا ہے اور وہ کون سا مقام صحیح سمجھا جائے؟ اور ایک کو صحیح اور دوسرے کو غلط ثابت کرنے کے لیے کن دلائل کا سہارا لیا جائے گا کہ جس سے اطمینان ہو جائے کہ یہی صحیح ہے؟ یہ بھی ایسا تضاد ہے جو اس روایت کی صحت کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

سوال نمبر۱۱۔ ایک مقام پر الدجّال کو دیو قامت اور بڑی جسامت والا ایک مخصوص شخص انسان قرار دیا جاتا ہے جو لوہے کی زنجیروں میں مضبوطی سے جکڑا ہوا تھا تو وہیں دوسری طرف اسے کمزور، غمگین یعنی اپنے کیے پر پچھتانے والا، کراہتا ہوا قابل ترس قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ روایات کے عکس میں دیکھا جا سکتا ہے۔

رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ

آدمی ہے کہ ہم نے اتنا بڑا آدمی اور ویسا سخت جکڑا ہوا کبھی نہیں دیکھا۔ جکڑے ہوئے ہیں اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ

سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَسَأَلَهُمْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ وَعَنْ عَيْنِ زُغَرَ

گرجے میں داخل ہوئے تو ایک بہت بڑا انسان دیکھا' اس قدر بڑا انسان ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا جسے بڑی سختی سے باندھا گیا تھا اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے....." اور حدیث بیان کی..... اس

الْوَثَاقِ. يُظْهِرُ الْحُزْنَ. شَدِيدِ التَّشَكِّي. فَقَالَ لَهُمْ: مِنْ أَيْنَ؟ قَالُوا: مِنَ الشَّامِ. قَالَ: مَا فَعَلَتِ الْعَرَبُ؟ قَالُوا: نَحْنُ قَوْمٌ مِنَ الْعَرَبِ. عَمَّ تَسْأَلُ؟ قَالَ: مَا فَعَلَ هٰذَا

کچھ بتائے۔ وہ اس مندر میں گئے اور اس شخص کے پاس جا پہنچے دیکھا تو ایک بڑی عمر کا آدمی ہے جو خوب جکڑا ہوا ہے۔ اس سے بہت رنج و غم ظاہر ہو رہا ہے، بہت ہائے وائے کر رہا ہے۔ اس نے ان سے کہا: کہاں سے

ہو؟ اس نے بتایا کہ میں جساسہ ہوں، چنانچہ وہ چلے یہاں تک کہ گرجے میں داخل ہو گئے، وہاں ایک انسان تھا جسے انتہائی سختی کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ انتہائی غمگین اور بہت زیادہ شکایت کرنے والا تھا، انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب اور پوچھا

یہ بھی ایک غیر معمولی تضاد ہے جس کا جواب دینا ایسے لوگوں کے بس سے باہر ہے لیکن یہ علمائے الدجّال ایک رخ کو سرے سے چھپا دیتے ہیں اور صرف دوسرے رخ کو ہی سامنے لاتے ہیں وہ بھی بالکل غلط اور من گھڑت کہ وہ ایک بہت بڑا دیو قامت مخصوص شخص انسان تھا۔ اس کی حقیقت کیا ہے آگے اس کی کھل کر وضاحت ہو جائے گی لیکن یہ لوگ ایسا اس لیے کرتے ہیں کیونکہ ان کو علم ہے اگر اس کے کمزور ہونے اور کراہنے والی بات کو سامنے لایا جائے گا تو پھر جو انہوں نے اس سے ایسی باتیں منسوب کی ہوئی ہے کہ وہ بڑے بڑے کام کرے گا جو اللہ کے کرنے والے ہیں تو وہ کیسے کر سکتا ہے جو خود قابل ترس ہے؟ جو اپنی حالت کو ٹھیک نہیں کر سکتا قابل ترس ہے وہ ربّ ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟ یوں اس سوال کا جواب یہ لوگ السّاعت کے قیام تک نہ دے سکتے تو سب سے بہتر انہیں یہی لگا کہ اس بات کو ہی چھپا دو کیونکہ انہیں علم ہے کہ عام عوام ان کی محتاج ہے وہ نہ ہی خود سے غور و فکر کرے گی اور نہ ہی ان کی یہ پول کھلے گی اس لیے جتنا جی چاہے دھوکا دو کوئی پوچھنے والا نہیں بلکہ الٹا لوگ تعریفیں ہی کریں گے کہ کتنے بڑے بڑے علماء ہیں جو دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

سوال نمبر۱۲۔ قرآن میں اللہ نے صراحت کیساتھ واضح کر دیا کہ اللہ نے الرحمٰن ہونے کے ناطے ہر بشر کے لیے ایک ہزار سال کی مدت کا تعین کر دیا یعنی کوئی بھی شخص زیادہ سے زیادہ ہزار سال زندہ رہ سکتا ہے اس بات کی قرآن کی آیات کیساتھ وضاحت عیسیٰ کے موضوع پر آئے گی۔ جب کوئی بھی شخص ہزار سال سے زیادہ عمر نہیں پا سکتا یعنی اپنی پیدائش سے اپنی وفات تک ہزار سال سے زیادہ مدت نہیں پا سکتا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر الدجّال ایک شخص انسان ہے تو اس کی عمر ہزار سال سے زیادہ کیسے ہو گئی؟ ایک طرف اللہ کہتا ہے کہ وہ اپنی سنت کے خلاف نہیں کرتا اپنے قانون کے خلاف نہیں کرتا، اللہ الرحمٰن ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اپنے ہی قانون اور سنت کے خلاف کرے اور اپنے الرحمٰن ہونے کی ہی نفی کر دے؟ جو اس نے قدر میں کر دیا اسے ہی بدل دے یا اس کے خلاف کر دے؟

اگر وہ وہاں ایک جزیرے پر قید تھا تو اسے قید کس نے کب اور کیوں کیا؟ اگر یہ سب ایسا ہی تھا تو کیا اصحاب رسول کے اذہان میں یہ غیر معمولی سوالات پیدا نہ ہوئے؟ کیا انہوں نے اللہ کے رسول محمد سے ایسے سوالات نہ کیے کہ یا رسول اللہ اس کو قید کب کیا گیا؟ کس نے قید کیا؟ اور کیوں قید کیا اسے قتل ہی کیوں نہ کر دیا؟ کیونکہ جس نے قید کیا اسے اس کی حقیقت کا علم تھا تو قید کیا نا؟ اور پھر جب کہ وہ وہاں قید تھا تو اصحاب رسول ابن صیاد کے دجّال ہونے پر قسمیں کیوں کھاتے تھے؟ ابن صیاد تو یثرب میں ہی پیدا ہوا تھا اور انہی کے سامنے پلا بڑھا کیا انہیں یہ علم نہیں تھا کہ الدجّال تو ایک جزیرے میں پہلے سے قید ہے اور الدجّال تو مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا لیکن ابن صیاد مدینہ میں پیدا ہوا وہیں اس کی موت ہوئی اور مکہ بھی آتا جاتا رہا۔

سوال نمبر۱۳ ۔ جب یہ واقعہ یثرب کا ہے اور ایک ایسے موقع کا ہے جب یثرب کے تقریباً تمام انصار و مہاجرین موجود تھے تو کیا صرف فاطمہ بنت قیس ہی ایسی تھیں کہ جن کو یہ روایت یاد رہی؟ حالانکہ یہ تو ایک ایسا واقعہ تھا جو نہایت عجیب و غریب تھا اور اس کو کبار اصحاب رسول کو ضرور بیان کرنا چاہیے تھا لیکن ہمیں

ایسا کچھ نہیں ملتا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

سوال نمبر۱۴۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب جساسہ الدجّال کے لیے جاسوسی کرتا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ الدجّال خبروں کے لیے جساسہ کا محتاج تھا تو پھر الدجّال نے جو سوالات کیے وہ تمام کی تمام خبریں جن کا تعلق قطعی غیب سے تھا ان کا علم اسے کس طرح ہو گیا؟ کیا الدجّال غیب کا علم رکھتا ہے؟ جیسا کہ ایسے نظریات سے تو بالکل واضح ہوتا ہے کہ ایسے تمام کے تمام لوگوں کے نزدیک الدجّال غیب کا بھی علم رکھتا ہے تو دوسری طرف انہی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں تو پھر الدجّال جب کہ ایک انسان ہے اسے غیب کا علم کہاں سے ہو گیا؟ قرآن میں تو اللہ نے واضح کر دیا کہ اللہ صرف اپنے چنندہ رسولوں پر غیب میں سے کچھ ظاہر کرتا ہے تو کیا الدجّال اللہ کا رسول ٹھہرا؟

سوال نمبر۱۵۔ اگر الدجّال ایک مخصوص بشر انسان ہے اور جب الدجّال کو سب علم ہے کہ وہ ربّ نہیں ربّ اللہ ہی ہے اور اس کا انجام کیا ہے تو اس کے باوجود وہ ربّ ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟

سوال نمبر۱۶۔ جب الدجّال کو یہ بھی پہلے سے علم ہے کہ اسے مدینہ میں داخل ہونے نہیں دیا جائے گا مدینہ کے ہر رستے پر ملائکہ معمور ہوں گے تو علم ہونے کے باوجود الدجّال مدینہ جانے کی کوشش کیوں کرے گا؟ ایسے ہی جب اسے پہلے سے ہی علم ہے کہ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا تو پھر علم کے باوجود وہ مکہ میں داخلے کی کوشش کیوں کرے گا؟

سوال نمبر۱۷۔ جساسہ نے اس جزیرے پر موجود محل میں جانے کو کہا جس میں الدجّال قید تھا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب کسی جزیرے پر تعمیر شدہ محل موجود ہے؟ اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ نے اس محل کو دنیا کے لوگوں سے چھپا کر رکھا ہے کیونکہ اصل بات تو یہ سامنے آتی ہے کہ اس جزیرے تک کسی کی رسائی نہیں اور اگر کسی کی رسائی ہو جائے تو وہ نہ صرف اس محل کو دیکھ سکتا ہے بلکہ اس میں داخل بھی ہو سکتا ہے جیسے وہ لوگ جو اس جہاز میں سوار تھے اور اس جزیرے تک پہنچ گئے۔ اور آج زمین کا ایک ایک انچ انسان کی نظروں کے سامنے ہے اوپر سیٹیلائیٹ گھوم رہی ہے جو پل پل پوری زمین کے انگ انگ کی تصاویر بنا رہی ہے اور اسی سیٹیلائیٹ کے بنائے ہوئے نقشے کو نہ صرف آپ آج دیکھتے استعمال کرتے ہیں بلکہ یہ دنیا کا واحد مصدقہ ترین نقشہ ہے جسے گوگل ارتھ کا نام دیا جاتا ہے۔ سمندروں میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا بھی جزیرہ ایسا نہیں ہے جس پر آج انسان جا نہ چکا ہو اس کے باوجود نہ ہی کوئی ایسا محل کہیں ملتا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا شخص اور نہ ہی کوئی ایسا جانور جسے جساسہ کا نام دیا گیا تو آخر ایسا کیوں؟

آخر وہ جزیرہ آج کہاں گیا؟ وہ محل کہاں گیا؟ اور اس میں قید الدجّال کہاں گیا؟

آج جب کوئی ایسا محل کہیں موجود ہی نہیں اور اگر تھا تو پھر بغیر کسی شک و شبے کے ظاہر ہے محل تباہ ہو چکا اور الدجّال نہ جانے کب کا آزاد ہو چکا اور پھر حقیقت اگر یہی ہے تو پھر وہ الدجّال کہاں گیا؟ وہ الدجّال تو پھر آ کر بھی جا چکا تو پھر کس الدجّال کا آج بھی انتظار کیا جا رہا ہے؟ اس روایت کی بنیاد پر الدجّال کو ایک مخصوص شخص انسان ثابت کرنے اور ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں کی بھی حقیقت کھل کر آشکار ہو جاتی ہے کہ وہ محض نہ صرف خود کو دھوکے میں مبتلا کیے ہوئے ہیں بلکہ اکثریت کو بھی اسی دھوکے میں مبتلا کر کے ان کی دنیا و آخرت تباہ کر رہے ہیں۔

اس روایت پر مزید کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں اور اعتراضات سامنے آتے ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہم صرف انہی سوالات پر ہی اکتفاء کرتے ہیں یہ ایسے اعتراضات ہیں ان کو دور کرنا ناممکن ہے۔ روایت کی صحت کو کوئی ایک ہی اعتراض مشکوک بنا دیتا ہے لیکن اس میں تو درجنوں لاجواب اعتراضات ہیں تو یہ روایت کیسے قابل تسلیم کہی جا سکتی ہے یا تسلیم کی جا سکتی ہے؟ ان اعتراضات کی روشنی میں اس روایت کی اہمیت بالکل صفر ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود

ہم اس روایت کی اصل حقیقت پر ضرور روشنی ڈالیں گے تا کہ حق کھل کر واضح ہو جائے اور کسی کے پاس کوئی عذر، شک یا شبہ وغیرہ نہ رہے۔

جن جن کتب میں یہ روایت بیان کی گئی ہے جب ان تمام مقامات کو سامنے رکھا جائے اور اگر اللہ کی طرف سے خالص علم حاصل ہو تو اس کو سمجھنے میں رائی برابر بھی مشکل پیش نہیں آتی لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ انسان اللہ سے رجوع کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کی تکمیل میں ساری محنت ضائع کرتے ہیں۔ حق کی تلاش کی بجائے جو ان کے اپنے عقائد و نظریات ہوتے ہیں انہیں علم ہوتا ہے کہ یہ باطل عقائد و نظریات ہیں اس کے باوجود انسان اپنے باطل عقائد و نظریات کو ہی حق ثابت کرنے اور دوسروں پر زبردستی مسلط کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسا واقعہ ضرور پیش آیا البتہ وہ کس کیساتھ پیش آیا یہ الگ بحث ہے لیکن جب غور کیا جائے تو یہ واقعہ تمیم داری کیساتھ ہی پیش آیا نہ کہ ان کے علاوہ کسی اور کیساتھ۔ پیچھے کتاب میں ذی القرنین جو کہ سلیمان علیہ السلام تھے کا ذکر تفصیل سے گزر چکا ہے جس میں ہم نے دیکھا تھا کہ اللہ نے قرآن میں واضح بتا دیا کہ ذی القرنین سلیمان علیہ السلام نے ایک نہیں بلکہ تین رکاوٹیں بنائیں تھیں۔ ایک مغرب میں جسے برمیودہ ٹرائی اینگل کے نام سے جانا جاتا ہے، دوسری مشرق میں جسے شیطانی، اژدھا یا ڈریگن ٹرائی اینگل کے نام سے جانا جاتا ہے جو کہ جاپان کے سمندر میں واقع ہے۔

تیسری ان دو رکاوٹوں کے درمیان اس مقام پر جہاں دو چٹانوں کے درمیان ایک درہ تھا کو بند کیا تھا۔

مغرب اور مشرق والی سدین یعنی دو رکاوٹیں مادی نہیں تھیں بلکہ غیر مادی تھیں جن کو نحاس کہا گیا ہے نحاس بالکل ایسی ہی مقناطیسی قوت یا کشش کو کہتے ہیں جیسے مقناطیسی قوت زمین مسلسل پیدا کر رہی ہے جس مقناطیسی قوت کی وجہ سے نہ صرف ہر شئے زمین کی طرف کھنچی ہوئی ہے بلکہ اسی قوت کی وجہ سے زمین کے گرد سات مختلف تہوں پر مشتمل ایک حصار قائم ہے جنہیں زمین کے سات آسمان کہا جاتا ہے۔

زمین کی مقناطیسی قوت کا ایک نارتھ یعنی شمالی پول ہے اور ایک ساؤتھ یعنی جنوبی پول ہے۔ زمین کی مقناطیسی قوت کے شمال اور جنوب پول کی وجہ سے کمپاس کی سوئی کا رخ شمال اور جنوب کی طرف رہتا ہے کیونکہ کمپاس میں موجود مقناطیسی ٹکڑا جس پر سوئی چپکی ہوتی ہے اس کو دونوں طرف سے زمین کی مقناطیسی قوت مخالف سمت دھکیلتی ہے جیسے مقناطیس کے دو ٹکڑوں کو ایک ہی سمت میں آمنے سامنے لایا جائے تو ایک دوسرے کو دور دھکیلتے ہیں بالکل اسی طرح کمپاس میں موجود مقناطیسی ٹکڑے کو دونوں طرف سے زمین کی مقناطیسی قوت مخالف سمت دھکیلتی ہے جس سے اس کا رخ شمال اور جنوب کی طرف ہو جاتا ہے اور سوئی وہیں ٹھہر جاتی ہے۔ لیکن اگر کمپاس کسی ایسی جگہ پر رکھا جائے جہاں زمین کی مقناطیسی قوت کے علاوہ ایک اور مقناطیسی قوت موجود ہو اور اس کا رخ زمین کی مقناطیسی قوت کے متضاد ہو یعنی اس کا مشرق اور مغرب پول ہو تو کمپاس کی سوئی کسی ایک جگہ پر نہیں ٹھہرے گی بلکہ وہ تھرتھرانا شروع کر دے گی۔

اب تصور کیجئے کہ آپ کے پاس ایسی مقناطیسی قوت پیدا کرنے کی صلاحیت ہو اور آپ ایسی مقناطیسی قوت یعنی نحاس خلق کریں جس کا ایک پول مشرق اور دوسرا مغرب کی سمت ہو یعنی زمین کے پولز کے متضاد ہوں تو زمین کی مقناطیسی قوت اور آپ کی خلق کردہ مقناطیسی قوت کے عین وسط میں اگر کوئی شخص پہنچ جائے یا کوئی بھی شئے پہنچ جائے تو وہ شئے وقت کی قید سے آزاد ہو جائے گی اس کے لیے ماضی، حال، مستقبل ختم ہو جائے گا۔ اگر آپ اس نقطے پر پہنچ جائیں تو آپ وقت کی قید سے آزاد ہو جائیں گے اور آپ ماضی، حال یا مستقبل کو جاگتے ہوئے ایسے دیکھ سکیں گے جیسے رات کو خواب دیکھا جاتا ہے۔

تمیم داری مشرق کی طرف ڈریگن ٹرائی اینگل میں اپنے جہاز پر سفر کر رہے تھے اور وہیں ان کا جہاز گم ہو گیا اور وہ اس نقطے میں داخل ہو گئے تھے جو ذی القرنین سلیمان علیہ السلام کی خلق کردہ نحاس یعنی مقناطیسی قوت اور زمین کی مقناطیسی قوت کا عین وسط تھا۔ جب وہ اس نقطے میں داخل ہوئے تو وہ وقت کی قید سے آزاد ہو گئے اور انہوں نے مستقبل کو ایسے ہی دیکھا جیسے کہ خواب میں کچھ دیکھا جاتا ہے آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب انہوں نے دیکھا وہ اس وقت عیسائی تھے اور یہی ان کی محمد پر ایمان لانے کی بھی وجہ بنی۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا وہ اگر کسی سے بھی بیان کرتے تو اس وقت کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو ان کی بات سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا سوائے محمد کے بلکہ اگر وہ کسی سے ایسی بات کرتے بھی تو ان کو پاگل کہا جاتا اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ان کو تحقیر کا نشانہ بنایا جاتا کیونکہ یہ بات کسی کی عقل میں آنے والی تھی نہ ہی کسی کے لیے قابل تسلیم تھی لیکن انہیں اس کا علم تھا جو کہ وہ دیکھ چکے تھے کہ محمد ہی واحد ایسی شخصیت ہیں جو نہ صرف اللہ کے رسول ہیں بلکہ ان کی بات سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اسی وجہ سے وہ جب واپس پہنچے تو سیدھے محمد کو یہ سارا واقعہ سنایا کہ انہوں نے مستقبل کو دیکھا کہ دنیا کے کیسے کیسے حالات بدلیں گے اور بالآخر الدجّال یعنی ٹیکنالوجی جنہیں آج انسان مشینوں و جدید ایجادات کا نام دیتے ہیں پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے گا۔ محمد علیہ

السلام ان کو سب کے سامنے لائے اور ان کو سب کے سامنے واقعہ بیان کرنے کا کہا لیکن اس سے پہلے محمد علیہ السلام نے ان کو بتا دیا تھا کہ کیسے الفاظ استعمال کرنے ہیں کیونکہ اگر جو کچھ دیکھا تھا وہ سب ویسے ہی بیان کیا جاتا تو کسی کی بھی عقل میں بات نہ آتی اس لیے اس سارے واقعے کو کیسے بیان کرنا ہے کیسے الفاظ استعمال کرنے ہیں محمد علیہ السلام نے تمیم داری کو بتایا۔

روایت میں استعمال ہونے والے الفاظ یہ سب حقیقت کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جن کا آگے صراحت کیساتھ ذکر آئے گا جیسے کہ انہوں نے کہا ہم الدیر میں داخل ہوئے۔ الدیر کے دو معنی ہیں اس کا ایک معنی ہے ایسا نقطہ یا مقام جو کسی شئے کو تسلسل کیساتھ اچانک انتہائی تیز رفتار سے باہر نکال دے مثلاً جیسے جب بندوق سے فائر کیا جاتا ہے تو گولی کے خول سے اچانک اس کا سکہ انتہائی تیز رفتاری سے باہر نکل جاتا ہے بالکل ایسے ہی ہوا اور وہ سکہ رکنے کی بجائے مسلسل اسی رفتار سے سفر کرتا رہے۔

الدیر کے دوسرے معنی ہیں ہر طرف سے بند سرنگ کے۔

یہاں ہم پہلے معنی کو لیں گے اور اس کے بعد آگے جا کر دوسرے معنی کو بھی لیں گے۔ الدیر یہی وہ مقام تھا جہاں جہاز گم ہونے کے بعد وہ پہنچے اور اس مقام نے انہیں اچانک باہر نکال دیا یعنی وقت کی قید سے باہر نکال دیا اور انہوں نے اس وقت سے لیکر الدجّال تک کا وقت اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دنیا میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوں گی کہ کون کون سی وجوہات الدجّال کے نکلنے کا باعث بنیں گی۔ الدجّال جو کہ آپ پر ہر لحاظ سے واضح ہو چکا ہے کہ ٹیکنالوجی یعنی موجودہ تمام کی تمام ایجادات الدجّال ہیں جنہیں انسان اپنے لیے مسیحا سمجھتا ہے لیکن درحقیقت یہ تمام ایجادات مسیحا نہیں بلکہ انسان کی دنیا و آخرت کی تباہی کا باعث ہیں انہی کی وجہ سے دنیا آج ہر طرح کے عذابوں، زلزلوں، سیلابوں، طوفانوں، بیماریوں، تباہیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کا شکار ہے اور اسی کی وجہ سے الساعت آئے گی۔

محمد علیہ السلام کے الفاظ میں انہوں نے اس سارے واقعے کو یوں بیان کیا جسے آپ ایک مثال سے سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ ہیں جو پہلی بار ایک سے سو تک گنتی سیکھ رہے ہیں۔ باقی سب ابھی ساٹھ پر ہیں یعنی وہ ابھی تک ساٹھ تک ہی سیکھ سکے لیکن آپ نے سب سے پہلے ہی سو تک گنتی سیکھ لی۔ باقی سب ابھی تک ساٹھ پر ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی تعلیم کا سفر کیا اور کافی آگے گیا تو میری کسی سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے جواب دیا میں سوکا ہندسہ ہوں اور عنقریب میں تمہارے سامنے آجاؤں گا۔

اب سوکا ہندسہ یہ بتاتا ہے کہ وہ کب تک سامنے آئے گا یعنی کیا کیا اس سے پہلے ہونا لازم ہے کہ وہ اس کے بعد سامنے آئے۔ وہ پوچھتا ہے کہ کیا تم نے سکول میں داخلہ لے لیا؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔

اس نے کہا حقیقتاً ایسا ہو چکا؟ آپ نے کہا کہ ہاں ایسا ہو چکا۔

اس نے پھر پوچھا کہ کیا ایک آ گیا؟ آپ نے کہا ہاں وہ آ چکا۔

اس نے پھر پوچھا کہ دس آ گیا؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں وہ بھی آ چکا۔

اس نے پھر پوچھا کہ کیا ساٹھ آ گیا؟ آپ نے جواب دیا ہاں وہ بھی آ چکا۔

اس نے پھر پوچھا کہ کیا ستر آ گیا؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں وہ ابھی تک نہیں آیا تو اس نے کہا کہ اب عنقریب وہی آئے گا اس کے بعد اسی آئے گا پھر اس کے بعد عنقریب نوے آئے گا جب نوے آجائے گا تو میرا سامنے آنے کا وقت بالکل قریب آجائے گا اور جب ننانوے آجائے گا تو اچانک میں بھی سامنے آجاؤں گا۔ لیکن جب تک ننانوے نہیں آتا تب تک قانون میں مجھے سامنے آنے کی اجازت نہیں تب تک میں سامنے نہیں آؤں گا۔

اس مثال کو بار بار پڑھیئے اور ذہن نشین کر لیجئے یہ مثال اس واقعہ کی ساری حقیقت کو کھول کر رکھ دے گی اور بہت ہی آسانی سے سارا واقعہ سمجھ آجائے گا۔

بالکل یہی کہا تمیم داری نے کہا کہ ان کی ملاقات الدجّال سے ہوئی انہوں نے الدجّال کو دیکھا۔ الدجّال کو اس مثال میں سوکا ہندسہ تصور کر لیں جیسے آپ کی گفتگو سو کے ہندسے سے ہوئی بالکل ویسے ہی الدجّال کیساتھ گفتگو ہوئی۔ یعنی حقیقتاً ایسی کسی گفتگو کا کوئی وجود ہی نہیں بلکہ ان کیساتھ جو واقعہ پیش آیا اس کو سب کے سامنے عام سطح پر بیان کرنا تھا تاکہ اصل مقصد سب سمجھ جائیں تو اس کو اس طرح حکمت کیساتھ بیان کیا گیا کہ الدجّال آئے گا لیکن کب آئے گا تمیم

داری نے باقی سب سے پہلے ہی دیکھ لیا۔ محمد علیہ السلام کے بتائے ہوئے الفاظ میں انہوں نے بتایا کہ اس نے سوال کیا کہ کیا عربوں میں رسول آ گیا؟ ہم نے کہا ہاں آ گیا۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا انہوں نے اس کی اطاعت کی یا نافرمانی کی؟ ہم نے کہا کہ اطاعت کی، الدجّال نے کہا اسی میں ان کے لیے خیر ہے۔

اب یہاں یہ ذہن میں رکھیں الدجّال خیر نہیں ہے بلکہ شرا کبر ہے۔ تو اس نے کہا کہ اسی میں ان کے لیے خیر ہے اس کا مطلب یہ کہ جب تک اللہ کے رسول کی اطاعت ہوگی اسی میں انسانوں کے لیے خیر ہوگی الدجّال نہیں نکل سکے گا۔ الدجّال تب ہی نکلے گا جب اللہ کے رسول کی نافرمانی کی جائے گی جب اس دین کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اللہ نے اپنے ہر رسول کے ذریعے یہ واضح کر دیا کہ دنیاوی مال ومتاع محض دھوکے کا سامان ہے اور اس کے قریب بھی جانے سے منع کر دیا اس سے دور رہنے کا حکم دیا جب تک انسان ایسا کریں گے تب تک وہ اس دنیاوی مال ومتاع کے دجل سے بچے رہیں گے اور جب وہ اس کے پیچھے پڑھیں گے تو ایسے دجل کا شکار ہوں گے کہ حق کو سمجھنا ناممکن کے قریب تر ہو جائے گا دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے سب کے نزدیک دنیاوی مال ومتاع جس کو اللہ نے دھوکا کہا اسی کا حصول بن جائے گا۔ محمد علیہ السلام نے بتا دیا تھا کہ کب تک ان کی اطاعت کی جائے گی جیسے کہ اطاعت کرنے کا حق ہے اس کے لیے محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ رہے گی تیس سال اور پھر اس کے بعد جو جو کچھ ہوگا وہ بھی بیان کر دیا۔ اب آپ سے سوال ہے کہ اگر آج تک پوری دنیا میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم رہتی تو کیا دنیا کی آج یہ حالت ہوتی؟ الدجّال نکل سکتا تھا یعنی یہ موجودہ ٹیکنالوجی جو شرک اکبر اور شرا کبر ہے انسان یہ کر پاتا؟ ہرگز نہیں کر پاتا۔ تو یہی انہوں نے کہا کہ الدجّال نے کہا اللہ کے رسول کی اطاعت میں ہی خیر ہے جب ان کی نافرمانی کی جائے گی اللہ کے بھیجے ہوؤں کو بنی اسرائیل کی مثل قتل کیا جائے گا ان کی تکذیب کی جائے گی اور مجرمین کو نبی یعنی اپنا راہنما بنا لیا جائے گا تو یہی وجہ بنے گی الدجّال کے نکلنے کی۔ پھر اسی طرح بتدریج جو جو سوال انہوں نے بیان کیے کہ الدجّال نے ان سے پوچھا کہ فلاں ہو گیا اور فلاں ہو گیا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ الدجّال کہ آنے سے پہلے یہ یہ کچھ ہو گا جب تک یہ نہیں ہوگا الدجّال نہیں نکل سکتا یعنی جن وجوہات کی بنا پر ٹیکنالوجی یعنی ایجادات جو کہ الدجّال ہے وجود میں آئیں گی جب تک وہ وہ نہیں ہو جاتا الدجّال نہیں آئے گا۔

پیچھے جو ہم نے مثال بیان کی اس میں اور جس طرح تمیم داری نے یہ واقعہ بیان کیا اس میں کوئی فرق نہیں اگر آپ نے اس مثال کو سمجھ لیا تو آپ نے اس واقعہ کی حقیقت کو سمجھ لیا۔ جیسے آپ نے جب باقی سب ابھی ساٹھ پر ہیں تو سو تک گنتی سیکھ لی اور ایک مثال کی شکل میں باقیوں کو بتایا بالکل اسی طرح تمیم داری کو اللہ نے اس وقت مستقبل دکھا دیا الدجّال دکھا دیا جو انہوں نے محمد کی راہنمائی میں انتہائی حکمت کیساتھ دوسروں پر واضح کر دیا۔ اس کی مزید تصدیق روایات میں آنے والے الفاظ خود بخود کرتے ہیں ابھی ہم نہ صرف ان الفاظ کو سامنے رکھیں گے بلکہ ان الفاظ کو کیسے توڑ مروڑ کر اکثریت کو دھوکا دیا جاتا رہا اور دھوکا دینے والوں کا بھی پردہ چاک کر دیں گے۔ اس کے باوجود اگر کوئی حق کی بجائے گمراہی کا سودا کرتا ہے تو حق آ جانے کے بعد ہی کرے گا اور اس کے پاس روز محشر کوئی عذر نہیں ہوگا کیونکہ اس پر حجت پوری ہو چکی ہوگی۔

فلما قضى رسول الله ﷺ الصلاة جلس على المنبر وهو يضحک، قال: ليلزم كل انسان مصلاة ثم قال: هل تدرون لم جمعتكم؟ قالوا: الله و رسوله اعلم. قال: انى ما جمعتكم لرهبة ولارغبة، ولكن جمعتكم أن تميم الدارى كان رجلا نصرانيا فجاء فبايع واسلم وحدثنى حديثا وافق الذى حدثتكم عن الدجال، حدثنى أنه ركب فى سفينة بحرية مع ثلاثين رجلا من لخم وجذام. فلعب بهم الموج شهرا فى البحر وأرفئوا الى جزيرة حين مغرب الشمس، فجلسو فى اقرب السفينة، فدخلوا الجزيرة، فلقيتهم دابة أهلب كثيرة الشعر. قالوا: ويلک ما انت؟ قالت: أنا الجساسه، انطلقوا الى هذا الرجل فى هذا الدير فانه الى خبركم بالاشواق. قال: لما سمعت لنا رجلا فرقنا منها أن تكون شيطانه، فانطلقنا سراعاً حتى دخلنا الدير فاذا فيه أعظم انسان . ابو داؤد

پس جب رسول اللہ ﷺ الصلاۃ مکمل کر چکے بیٹھے رہے منبر پر اور ہنس رہے تھے، کہا سب انسانوں کے لیے لازم ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں پھر کہا کیا تم لوگ جانتے ہو تمہیں کیوں جمع کیا؟ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو علم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا میں نے تمہیں رھب یا رغبت دلانے کے

لیے نہیں جمع کیا اور لیکن تمہیں اس لیے جمع کیا کہ تمیم داری ایک نصرانی شخص تھے پس وہ میرے پاس آئے پس میری بیعت کی اور خود کو میرے حوالے کر دیا اور مجھے بیان کیا ایک حادثہ جو بالکل ویسا ہی ہے جیسا میں تم سے بیان کر چکا ہوں الدجّال کے بارے میں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ سوار تھے سمندری کشتی میں لخم اور جذام کے تیس افراد کیساتھ پس انہیں آ لیا لہروں نے اور مہینہ بھر موجوں میں گھرے رہے اور سورج کے غروب ہونے کے وقت ایک جزیرے کی طرف جا لگے پس چھوٹی کشتی میں سوار ہوئے پس داخل ہوئے جزیرے میں، انہیں ملا دابہ بڑی دم والا اور بہت زیادہ الشعر والا یعنی ہر طرف سے پینٹ کی تہہ چڑھا ہوا۔ انہوں نے کہا ویل ہو تیرے لیے کون ہے تُو ؟ اس نے جواب دیا میں جساسہ ہوں اس مرد کی طرف چلو جو اس ہر طرف سے بند سرنگ میں ہے پس اس میں کچھ شک نہیں اسے تمہاری طرف خبر کی شدید چاہت ہے۔ کہا جب ہم نے اس سے اس شخص کا سنا تو ہم ڈر گئے کہ وہ شیطان ہوگا ہم جلدی سے چلے حتی کہ ہم داخل ہوئے ہر طرف سے بند اس سرنگ میں پس تب دیکھے ہم نے اس میں اعظم انسان۔

انسان کے نیچے دو زیریں ہیں جس کے معنی ایک نہیں زیادہ انسانوں کے ہیں اور اعظم ایک جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ''ا، عظم'' کا مجموعہ ہے۔ شروع میں الف کا استعمال سوالیہ بنا دیتا ہے اور آگے اسی سوال کا جواب موجود ہوتا ہے اور عظم عربی میں ہڈی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے ہڈی میں وہ خصوصیات وصفات پائی جاتی ہیں جنہیں عظم کہا جاتا ہے اگر یہی خصوصیات وصفات کسی اور میں پائی جائیں تو جس میں بھی پائی جائیں اسے عظم کہا جائے گا۔ مثلاً ہڈی میں قوت، سختی اور مضبوطی پائی جاتی ہے اور ہڈی جسم میں پائی جاتی ہے اگر جسم سے تمام ہڈی نکال لی جائے تو جسم بے وقعت و بے حیثیت ہو جاتا ہے بالکل یہی خصوصیات وصفات جس میں بھی پائی جائیں اسے عظم کہتے ہیں۔ اعظم کے معنی ہیں کیا ہے وہ جس میں سختی، مضبوطی اور شدت وغیرہ پائی جاتی ہے، جو نہ مڑنے والی ہے، جس کی اہمیت وحیثیت بالکل ایسے ہی ہے جیسے جسم میں ہڈی کی اہمیت وحیثیت ہوتی ہے کہ اگر ہڈی کو جسم سے نکال دیا جائے تو پیچھے جسم بے وقعت و بے حیثیت رہ جائے گا اس کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں رہے گی۔ اعظم انسان کہتے ہیں ایسے انسان جو غیر معمولی قوت، طاقت، سختی اور مضبوطی کے حامل ہوں اگر ان انسانوں کو نکال دیا جائے تو پیچھے باقی انسانوں کی اہمیت وحیثیت بالکل ایسی رہ جائے گی جیسے جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال لیے جانے کے بعد جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے۔

قالت أنا الجساسه، اذهب الى ذلک القصر، فأتيته فاذا رجل يجر شعره مسلسل فى الأغلال ينزو فيما بين السماء والأرض، فقلت : من أنت؟ فقال: أنا الدجال. ابو داؤد

کہا اس نے میں جساسہ ہوں اس محل میں چلے جاؤ پس جب اس میں گیا تب وہاں شخص تھا جو اپنی نرم مواد والی سیٹ پر لوہے والے پٹوں میں جکڑا بہنے کی طرح دوڑتا ہوا جیسے جانور جنسی حاجت پوری کرنے کے لیے مادہ پر سوار ہوتا ہے اس طرح آسمان اور زمین کے درمیان کر رہا تھا یعنی بہنے کی طرح دوڑتا ہوا آتا تھا اور اپنی اگلی ٹانگیں اٹھا کر آسمان پر چڑھ جاتا اور پھر واپس اسی طرح زمین پر اتر آتا تھا۔ پوچھا اس سے کون ہے تو پس اس نے جواب دیا میں الدجّال ہوں۔ روایات سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ بعض اصحاب محمد نے کہا کہ جساسہ ہی وہ الدابۃ الارض ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے جو قرب قیام الساعت ارض سے وجود میں آئے گا جو کہ سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط الساعت میں سے ایک بڑی علامت وشرط ہے۔ یعنی قرب قیام الساعت علامات واشراط الساعت میں سے ایک الدابۃ الارض زمین کے عناصر سے وجود میں آنے والی تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات۔ اور روایت میں بھی یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے کہا کہ ان کی ملاقات الدابہ سے ہوئی۔ اس کی بھاری بھرکم دم اور کثیر الشعر تھے اس پر۔ الشعر کے معنی آپ پیچھے تفصیل کیساتھ جان چکے ہیں کہ الشعر اس مواد کو کہتے ہیں جس سے بال وجود میں آتے ہیں جسے آج لچکدار پلاسٹک یعنی نائیلون، اسفلت اور پینٹ وغیرہ کہا جاتا ہے اسی سے فوم سمیت ہزاروں مصنوعات تیار کی جاتی ہیں اگر کسی بھی قسم کا کوئی شک رہے تو ایک روایت میں محمد علیہ السلام کے الفاظ موجود ہیں آخری زمانے میں ہونے والی بارشوں کے حوالے سے۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يمطر الناس مطراً لا تكن منه بيوت المدر ولا تكن الا بيوت الشعر.

مسند احمد ۳۸۵۹۳

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں قائم ہوگی الساعت حتیٰ کہ بارشیں ہوں گی انسان بارشیں برسائیں گے ان سے نہیں بچے گا کوئی گارے کا گھر سوائے اس کے جو

الشعر کے بنے گھر ہوں گے۔

اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ محمد علیہ السلام نے کہا کہ ان بارشوں سے کوئی گھر نہیں بچے گا جس کی چھت سلامت رہے سوائے ان گھروں کے جن کی چھتیں الشعر کی بنی ہوں گی جس کا ترجمہ کیا جاتا ہے جن گھروں کی چھتیں بالوں کی بنی ہوں گی۔ اب کوئی بھی عقل رکھنے والا شخص یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ ان بالوں کی چھت بن سکتی ہے یا ان بالوں کے گھر بن سکتے ہیں جو جسم پر اگتے ہیں۔ لیکن جب آپ عربی کو عربی سمجھیں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ الشعر اس مواد کو کہتے ہیں جس سے بال وجود میں آتے ہیں اور اسی مواد سے آج پوری دنیا میں چھتیں بنائی جاتی ہیں جن پر بارشیں اثر انداز نہیں ہوتیں جیسا کہ کتاب کے شروع میں خام تیل سے بننے والی مصنوعات کی تفصیل میں بھی چھتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ الدابہ ہوائی جہاز تھا جس کی بھاری بھرکم دم اور اس پر کثیر الشعر یعنی ہر طرف پینٹ چڑھا ہوا تھا۔

اب اس کو یوں سمجھ لیں اسی مثال سے کہ آپ کی ملاقات ننانوے سے ہوئی تو ننانوے نے آپ سے کہا آگے چلو جو آگے ہے اسے تمہارا انتظار ہے تو جیسے ہی آگے گئے تو آگے سو کے ہندسے سے ملاقات ہوئی۔ بالکل اسی طرح جب انہوں نے ہوائی جہاز دیکھا تو اس نے کہا اس الدیر یعنی اس ہر طرف سے بند سرنگ میں داخل ہو جاؤ اور اس کا یہ کہنا عربی میں تھا جیسے آگ جل رہی ہو تو کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس کو چھونا نہیں بلکہ آگ خود بتا رہی ہوتی ہے کہ میرے قریب مت آنا مجھے چھونا مت ورنہ جلا دوں گی ایسے ہی اگر آپ پہلی بار کوئی ایسی شئے دیکھیں جو عجیب ہو تو وہ شئے خود چیخ چیخ کر آپ کو دعوت دے رہی ہوتی ہے کہ مجھے دیکھو، مجھے اندر سے دیکھو میں کیسی ہوں ایسے ہی ہوائی جہاز جو کہ الدجّال کا الدابہ ہے اس نے کہا کہ میرے اندر داخل ہو جاؤ جو کہ اندر سے ایک محل کا منظر پیش کرتی سرنگ ہے۔ کہیں پر اسے الدیر یعنی ہر طرف سے بند سرنگ کہا گیا اور کہیں اسے قصر یعنی محل کہا گیا۔ جہاز میں جب آپ داخل ہوں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ جہاز حقیقتاً الدیر ہے یعنی ایک ایسی سرنگ ہے جو ہر طرف سے بند ہے اور وہ سرنگ اندر سے ایک محل کا منظر پیش کرتی ہے۔

الإمارات
Emirates
AIRBUS A380-800

جب وہ اس الدیر یعنی محل نما ہر طرف سے بند سرنگ میں داخل ہوئے تو انہوں نے جو دیکھا اس کے بارے میں کئی طرح کے الفاظ آئے ہیں اور وہ سب کے سب اپنی جگہ پر بالکل ٹھیک ہیں۔ اب سب سے پہلے ہم آپ پر یہ واضح کرتے ہیں کہ آج تک ان الفاظ کو کیسے بیان کیا گیا جو اندر موجود انسانوں کے بارے میں استعمال کیے گئے۔ اس کے لیے پیچھے گزرنے والی روایات میں ان تمام مقامات کو ذہن میں رکھا جائے جہاں جہاں اس کا ذکر ہے اور جو ان کے تراجم کیے گئے ان کو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ انہوں نے آج تک جو تراجم کیے ان میں کہیں پر یہ لکھا ہے کہ غار میں داخل ہوئے کہیں پر مندر، کہیں پر گرجا اور کہیں پر محل کا ترجمہ کیا گیا اور آگے کہا گیا کہ ایسا دیو قامت، لمبا چوڑا، بڑا انسان دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اوپر نیچے اچھل کود رہا تھا۔

لیکن جب ہم عربی متن آپ کے سامنے رکھیں تو دیکھیں ان علمائے الدجّال کا اصل چہرا کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ حقیقت کیا ہے اور انہوں نے اس کو جان بوجھ کر اس لیے چھپایا تا کہ ان کے اپنے باطل نظریات پر انگلی نہ اٹھے اور لوگ آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلتے رہیں۔

ایک طرف یہ اس کو ایک گرجے، محل، مندر یا غار میں لوہے کی زنجیروں میں بہت سختی سے جکڑتے ہیں لیکن جب آگے عربی کے الفاظ آتے ہیں "ینزو فیما بین السماء والارض" تو ان الفاظ کا ترجمہ کیا کرتے ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے۔

شَعْرَهَا، قَالَ: مَا أَنْتِ؟ قَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْقَصْرِ، فَأَتَيْتُهُ فَإِذَا رَجُلٌ يَجُرُّ شَعْرَهُ مُسَلْسَلٌ فِي الأَغْلاَلِ يَنْزُو فِيمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَقُلْتُ:

آدمی کو دیکھا جو اپنے بال کھینچ رہا تھا اور زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اوپر نیچے اچھل رہا تھا۔ میں نے کہا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں دجال ہوں۔ کیا عربوں کا نبی آ گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: کیا ان لوگوں نے اس کی

اوپر نیچے اچھل رہا تھا یہ ترجمہ کیا گیا لیکن آپ عربی میں دیکھ سکتے ہیں کیا لکھا ہے۔ عربی میں جو الفاظ ہیں ان میں آسمان اور زمین کے الفاظ موجود ہیں۔ ہم عربی کے الفاظ کیساتھ لفظ بہ لفظ ترجمہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں اس سے آپ علمائے الدجّال کے دجل کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

"ینزو فیما بین السماء والارض"

ینزو کر رہا تھا وہ درمیان آسمان اور زمین کے۔

نزو عربی میں کس کو کہتے ہیں ویسے تو آگے چل کر الدابۃ الارض کے موضوع پر اس کی وضاحت آئے گی لیکن یہاں ہم مختصراً بیان کر دیتے ہیں۔ عربی میں نزو کہتے ہیں کسی جانور کا جنسی حاجت پوری کرنے کے لیے مادہ جانور پر سوار ہونے کو۔ جیسے گدھا یا گھوڑا جب جنسی حاجت پوری کرتے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور اچانک اپنی اگلی ٹانگیں اٹھا کر مادہ پر سوار ہو جاتے ہیں اور پھر واپس نیچے اتر آتے ہیں۔ اسی طرح کچھ جانور دوڑتے ہوئے نہیں آتے بلکہ اپنی جگہ سے اچانک اگلا حصہ اٹھا کر مادہ پر سوار ہو جاتے ہیں اور اسی طرح واپس نیچے اتر آتے ہیں۔

وہ نزو کر رہا تھا آسمان اور زمین کے درمیان یعنی وہ دوڑتا ہوا آتا تھا اور اچانک اگلی ٹانگیں اٹھا کر آسمان میں چڑھ جاتا تھا اور اسی طرح واپس زمین پر اتر آتا تھا اور اپنی ہی جگہ سے اچانک اوپر اٹھ کر آسمان میں چڑھ جاتا تھا اور اسی طرح واپس نیچے زمین پر اتر آتا تھا۔

اب آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ تمیم داری نے کیا دیکھا تھا جس کا انہوں نے ذکر کیا۔

آپ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ جسے آپ جہاز اور ہیلی کاپٹرز کہتے ہیں لیکن محمد علیہ السلام نے اور قرآن میں اللہ نے اسے الدابۃ الارض کہا بالکل اسی طرح آسمان اور زمین کے درمیان نزو کرتا ہے یعنی دوڑتا ہوا آتا ہے اور اپنی اگلی ٹانگوں کو اٹھا کر اچانک آسمان میں چڑھ جاتا ہے اور اسی طرح واپس زمین پر اتر آتا ہے اور جسے آپ ہیلی کاپٹر کہتے ہیں وہ اپنی ہی جگہ سے اچانک اوپر اٹھتا ہے اور آسمان میں چڑھ جاتا ہے اور اسی طرح واپس نیچے اتر آتا ہے۔

ذیل میں دی گئی تصاویر میں دیکھیں۔

Emirates
الإمارات
www.emirates.com

Emirates
الإمارات

جن لوگوں نے یہ مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ان کو تو تصاویر دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں اور نہ ہی انہیں اسے سمجھنے میں کوئی مشکل ہوسکتی ہے اور جنہوں نے ایسے مناظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے تو وہ یوٹیوب وغیرہ سے جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کی ٹیک آف اور لینڈنگ کی ویڈیوز ضرور دیکھیں۔

اور اب علمائے الدجّال کے تراجم کو دیکھیں اور آپ خود فیصلہ کریں کہ ان لوگوں نے علماء کے نام پر امام الدجّال ہونے کا ثبوت دیا یا نہیں؟ یہ لوگ الدجّال کے لیے ڈھال بنے یا نہیں؟ انہوں نے الدجّال پر پردہ ڈال کر اسے نظروں سے اوجھل کیا یا نہیں؟ الدجّال نے ان کی آڑ لیکر پوری دنیا کے انسانوں کو اپنا عباد بنالیا یا نہیں؟ جب جانور جنسی ملاپ کرتے ہیں تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ جانور اچھل کود کر رہے ہیں؟

اکثریت ان کو یہ سمجھتی رہی کہ یہ علماء ہیں لیکن حقیقت کیا نکلی؟ یہ علماء نہیں بلکہ جہلاء ہیں لیکن انہوں نے علماء ہونے کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے اسی کو تو دجّال کہتے ہیں کہ کسی شئے کی اصل حقیقت کو چھپا کر جو وہ نہیں وہ دیکھا دینا یا ثابت کر دینا۔ یہ جہلاء علماء کے لبادے میں الدجّال کے امام ہیں جن کا پیچھے تفصیل کیساتھ ذکر گزر چکا۔ اسی طرح وہ تمام انسان جو آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان کے لیے نقصان دہ تباہ کن اشیاء کو مفید ثابت کرتے اور بنا کر پیش کرتے ہیں وہ سب کے سب دجّال ہیں اور الدجّال کے امام ہیں۔ ایسے دجّال شروع سے رہے اور الساعت کے قیام تک آتے رہیں گے لیکن الدجّال اکبر انسان کی خلق کردہ وہ مخلوقات یعنی ٹیکنالوجی ہے انسان کی وہ ایجادات ہیں جن کے سبب پچھلی چھ قوموں پر عظیم تباہیاں مسلط ہوئیں کہ وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ جس سے ایک بار ذی القرنین سلیمان علیہ السلام نے پوری دنیا کو پاک کیا اور جس سے اب زلزلے، سیلاب، طوفان، بیماریاں، تباہیاں وفساد برپا ہے اور اسی کی وجہ سے الساعت آئے گی جو کہ بالکل سر پر آچکی یعنی عظیم ایسا زلزلہ آئے گا جس سے زمین پر حیات کا ایک بار خاتمہ ہوجائے گا جس میں تمام کے تمام انسان مارے جائیں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے عربی متن میں واضح آسمان اور زمین کے الفاظ ہونے کے باوجود کیوں چھپائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے جب لفظ الدیر کا ترجمہ، غار، گرجا یا مندر کر دیا اور پھر اس میں الدجّال کو ایک مخصوص شخص انسان بنا کر لوہے کی زنجیروں سے سختی کیساتھ جکڑ دیا تو انہوں نے دیکھا اب اگر یہاں اصل متن کے مطابق ترجمہ یعنی معنی کیا جائے گا تو درجنوں ناقابل حل سوالات پیدا ہوں گے کہ جب ایک شخص غار میں لوہے کی زنجیروں میں بہت سختی سے جکڑا ہوا ہے تو پھر وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایسے دوڑتے ہوئے کیسے چڑھ سکتا ہے یعنی وہ آسمان اور زمین کے درمیان نزو کیسے کر سکتا ہے؟ اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غار کی چھت کہاں گئی؟ اگر یہ اصل ترجمہ کر دیتے تو یہ ایسے کسی سوال کا جواب نہ دے پاتے جس سے ان کے باطل و بے بنیاد عقائد و نظریات پر کاری ضرب پڑتی ان کی حقیقت چاک ہوجاتی جس وجہ سے انہوں نے دجل کو اختیار کیا اور یہی وہ وجہ ہے جو یہ علماء کے نام پر دجالون کذابون دن رات شور مچاتے ہیں کہ خود سے غور و فکر نہیں کرنا بلکہ جیسے سلف صالحین نے سمجھا بس ویسے ہی سمجھنا ہے اور سلف صالحین کے نام پر لوگوں کو اندھوں کی طرح اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے پیچھے چلاتے آئے ہیں۔ دن رات یہ اسی پر زور لگاتے ہیں کہ عقل نہیں نقل سے کام لو یعنی خود سے غور و فکر نہیں کرو ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے بلکہ جو کچھ پہلوں نے لکھا اسی سے کام چلاؤ آنکھیں بند کر کے۔

اب آتے ہیں اس طرف کہ جو اندر انسان دیکھا اس کے مختلف حلیے بیان ہوئے ہیں جیسا کہ روایات کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ	گرجے میں داخل ہوئے تو ایک بہت بڑا انسان دیکھا'
إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا	اس قدر بڑا انسان ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا جسے بڑی سختی
مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ	سے باندھا گیا تھا اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ
وَسَأَلَهُمْ عن نَخْلِ بَيْسَانَ وَعن عَيْنِ زُغَرَ	بندھے ہوئے تھے....." اور حدیث بیان کی..... اس

ہو؟ اس نے بتایا کہ میں جساسہ ہوں، چنانچہ وہ چلے یہاں تک کہ گرجے میں داخل ہو گئے، وہاں ایک انسان تھا جسے انتہائی سختی کے ساتھ بندھا ہوا تھا وہ انتہائی غمگین اور بہت زیادہ شکایت کرنے والا تھا، انہوں نے اسے سلام کیا، اس نے جواب اور پوچھا

اب سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جب لفظ انسان آیا تو انہوں نے اس سے مراد فرد واحد لے لیا حالانکہ یہ بہت بڑا دھوکا ہے۔ اگر انسان کے معنی ایک فرد واحد کے ہیں تو پھر آپ قرآن کی درج ذیل آیات کو دیکھیں۔

وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا. النساء ۲۸

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ. ابراهيم ۳۴

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ. الحجر ۲۶

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا. الاسراء ۱۱

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا. الاسراء ۵۳

خَلَقَ الْاِنْسَانَ. الرحمٰن ۳

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ. العصر ۲

اب میرا آپ سے اور ان علمائے الدجّال جو کہ امام الدجّال ہیں سے سوال ہے کہ قرآن کے ان تمام مقامات پر لفظ انسان کے فرد واحد کے معنی ثابت کر کے دکھائیں؟ انسان کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے اس جملے ''انسان'' کو سمجھ لیں۔ قرآن میں اللہ نے کسی بھی رسول کو انسان نہیں کہا اور قرآن میں اللہ نے کہا ہے کہ انسان خسارے میں ہے آخر ایسا کیوں؟

لفظ انسان کا مادہ ''ن س یعنی نس'' ہے جس کے معنی ایسے بھول جانے کے ہیں گویا کہ شئے کا وجود ہی نہ ہو اور انسان کہتے ہیں جس کو اس کی اپنی حقیقت اس کا اپنا وجود اس کا اپنا ماضی ایسے بھلا دیا گیا جیسے گویا کہ اس کا وجود ہی نہیں۔ مثلاً اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ نے اپنے جنم سے لیکر دو سال کی عمر تک یا تین سال کی عمر تک کیا کیا تو کیا آپ کو کچھ یاد ہے؟

یقیناً نہیں۔ آپ ایسے بھول چکے ہیں جیسے کہ زندگی میں ایسا وقت آیا ہی نہیں لیکن آپ اس کو جھٹلا نہیں سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے بچہ پیدا ہوتا اور اسی طرح پل بڑھ کر جوان ہوتا ہے اس کے علاوہ آپ اپنے آپ میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی دیکھ رہے ہیں کہ پہلے آپ چھوٹے تھے پھر جوانی کی طرف بڑھے اور آہستہ آہستہ بڑھاپے کی طرف جا رہے ہیں یعنی آپ مشاہدہ کر رہے ہیں جس وجہ سے آپ کو یقین ہے کہ آپ پر بھی ایسا وقت آیا لیکن آپ بھول چکے ہیں۔ بالکل اسی طرح آپ کی حقیقت کیا ہے؟ آپ اس بشری جسم کی صورت میں وجود میں آنے سے پہلے کیا تھے؟ آپ کا اصل وجود کیا ہے؟ آپ کا اول و آخر کیا ہے؟ یہ سب بھلا دیا گیا اس وجہ سے انسان کہا جاتا ہے اور قرآن میں اللہ نے اسی بھلائے ہوئے کو یاد کرنے کے لیے ہی بار بار آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا۔ قرآن میں اللہ نے بہت سے مقامات پر ذکر کا حکم دیا مگر انہی علمائے الدجّال نے ذکر کا مطلب ورد و وظیفے اور رٹے بنا دیا حالانکہ عربی میں ذکر کہتے ہیں کسی بھولی ہوئی بات یا شئے کو یاد کرنا اور بھولی ہوئی بات کو یاد کرنے کے لیے دل و دماغ پر بوجھ ڈالنا پڑتا ہے جو بھول چکے اس سے متعلقہ اشیاء میں غور و فکر کرنا پڑتا ہے۔ جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں وہ ذکر کر لیتے ہیں یعنی ان کو جو کچھ بھلایا گیا وہ یاد آ جاتا ہے یوں وہ اس پر عمل کر کے انسان نہیں رہتے ہیں اور فلاح پانے والوں میں شامل ہو جاتے ہیں اور جو غور و فکر نہیں کرتے ان کو ذکر یعنی کچھ بھی یاد نہیں آتا اور وہ انسان کے انسان یعنی بھولے ہوئے ہی رہ جاتے ہیں اور خسارے والوں میں سے ہو جاتے ہیں۔

جب ایک انسان غور و فکر کرتا ہے تو جو اسے بھلا دیا گیا اسے یاد آتا جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ اپنی حقیقت کو پا لیتا ہے یوں جب اس پر اپنی حقیقت واضح ہو جاتی ہے تو یہ دنیا کی زندگی اس کے لیے جہنم کی آگ سے بھی سخت ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی وقعت و اہمیت نہیں رہتی اسے پتہ ہوتا ہے کہ یہ جو بشری جسم اس کے پاس ہے یہ اس کی حقیقت نہیں ہے یہ تو ایک آزمائشی ٹول بطور امانت دیا گیا تا کہ یہ خود ہی جان لے کہ آیا اس نے امانت کا حق ادا کیا یا اس میں خیانت کی اور اس پر حقیقت واضح ہو جائے۔ اس وجہ سے اللہ نے کسی رسول کو انسان نہیں کہا بلکہ بشر کہا۔

اس کے برعکس جو غور و فکر نہیں کرتے جس سے ذکر نہیں ہوتا یعنی جو انہیں بھلا دیا گیا ان کی حقیقت اس کو نہیں پا لیتے تو ایسے اسی بشری مادی جسم کو ہی اپنی حقیقت سمجھ کر کے دنیاوی مال و متاع کے لالچ میں دن بہ دن بڑھتے چلے جاتے ہیں پہلے تو وہ ایک عام انسان تھے لیکن ایسا کرنے سے انسان کو جو کچھ تھوڑا بہت اپنی

حقیقت کا علم ہوتا ہے وہ بھی بھول جاتا ہے اور دنیا کی زندگی کے لیے ہی کوشش کرتا ہے ایسا انسان اعظم انسان کہلاتا ہے۔ آج پوری دنیا میں اکثریت ایسے انسانوں کی ہی ہے جو اعظم انسان ہیں۔

اعظم جملہ ہے جو کہ دو الفاظ ''ا اور عظم'' کا مجموعہ ہے۔ الف جب بھی کسی جملے کے شروع میں استعمال ہوتا ہے تو نہ صرف اسے سوالیہ بنا دیتا ہے بلکہ آگے اسی سوال کا جواب بھی موجود ہوتا ہے۔ دوسرا لفظ ہے ''عظم'' جو کہ عربی میں ہڈی کے لیے بھی یہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے ہڈی میں وہ خصوصیات وصفات پائی جاتی ہیں جنہیں عظم کہا جاتا ہے جس وجہ سے ہڈی کو بھی عظم کہا جاتا ہے اور اگر یہی خصوصیات وصفات کسی اور میں پائی جائیں تو جس میں بھی پائی جائیں اسے عظم کہا جائے گا۔ ہڈی میں قوت، سختی اور مضبوطی پائی جاتی ہے اور ہڈی جسم میں پائی جاتی ہے اگر جسم سے تمام ہڈی نکال لی جائے تو جسم بے وقعت و بے حیثیت ہو جاتا ہے بالکل یہی خصوصیات وصفات جس میں بھی پائی جائیں اسے عظم کہتے ہیں یعنی وہ کیا ہے جس میں ایسی خصوصیات و صفات پائی جاتی ہیں جس میں بھی ایسی خصوصیات وصفات پائی جاتی ہوں جس کی بھی ایسی اہمیت وحیثیت ہو اسے اعظم کہتے ہیں۔

اعظم انسان کہتے ہیں ایسے انسان جو غیر معمولی قوت، طاقت، سختی اور مضبوطی کے حامل ہوں اگر ان انسانوں کو نکال دیا جائے تو پیچھے باقی انسانوں کی اہمیت و حیثیت بالکل ایسی رہ جائے گی جیسے جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال لیے جانے کے بعد جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے اسی طرح اعظم انسان یعنی ایسے بھولے ہوئے کہ اگر ان بھولے ہوؤں کو نکال دیا جائے تو پیچھے جو انسان یعنی بھولے ہوئے بچیں گے ان کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں رہے گی۔ ایسے اعظم انسان یعنی جو سب سے بڑے بھولے ہوئے ہوتے ہیں جن کو علم ہی نہیں ہوتا کہ ان کی حقیقت کیا ہے وہ دنیا میں کیوں اور کس مقصد کے لیے بھیجے گئے تو وہ شیاطین کے اولیاء یعنی شیاطین کے مشن میں ان کے معاونت کار بن جاتے ہیں۔ شیاطین کا مشن ہے کہ جو زمین میں ہے اس کو مزین کر دینا تو ایسے اعظم انسان پھر وہی اعمال کرتے ہیں جن سے شیاطین کے مشن کی تکمیل ہوتی ہے یعنی وہ جو زمین میں اللہ نے رکھا اس کو نکال کر مزین کرتے ہیں اور اسی کے پیچھے بھاگتے ہیں اسی کو حاصل کرنا ہی ان کا دنیا میں موجودگی کا مقصد بن جاتا ہے اور اس کے برعکس اللہ کے ہر رسول نے یہ کہا کہ میں زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر بھیجا گیا ہوں۔

اب آپ سے سوال ہے کہ اگر آپ کسی کو اپنے خفیہ قیمتی ترین خزانوں کی چابیاں دیتے ہیں تو کیوں دیں گے؟ کیا ان کی حفاظت کے لیے دیں گے یا پھر لوٹ مار کروانے کے لیے؟

تو جواب بالکل واضح ہے کہ ظاہر ہے حفاظت کے لیے۔ اللہ کے رسول زمین کے خزانوں کی حفاظت کے لیے بھیجے جاتے ہیں اور ان کے مقابلے پر اللہ کے دشمن مجرمین شیاطین کا مشن ومقصد زمین کے خزانوں کو نکال کر دنیا کو مزین کرنا ہوتا ہے جس کے لیے وہ اپنے جیسے انسانوں کے محتاج ہوتے ہیں اور انہیں استعمال کرنے کے لیے ان سے معاونت حاصل کرنے کے لیے انہیں اسی دنیاوی مال ومتاع کے دھوکے کا شکار کرتے ہیں اور بدلے میں انسان مجرمین کے معاونین بن کر انہی کے مقصد ومشن کو پورا کرتے ہیں۔

اب آپ اپنے اردگرد نگاہ دوڑائیں اور اپنے گریبان میں جھانکیں آپ کس کے ولی یعنی مشن میں معاونت کار بنے ہوئے ہیں اللہ اور اس کے رسول کے یا پھر مجرمین شیاطین کے؟ حق سمجھنے کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

روایت میں اعظم انسان کا جو ترجمہ ان علمائے الدجّال اور امام الدجّال نے بہت بڑا، دیو قامت، بڑا جسیم، اونچا لمبا، بہت قوت والا زور آور انسان کے کیے جس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ایک مخصوص شخص ہے۔ ان سے میرا بھی سوال ہے اور آپ بھی سوال کیجئے کہ یہ ترجمہ انہوں نے کیسے کر لیا؟

ان میں اکثریت آپ کو ایسی ملے گی جو اپنے اماموں کو بھی اعظم قرار دیتی ہے جیسے امام اعظم ابوحنیفہ۔ ان سے سوال کریں کہ جب ابوحنیفہ بھی امام اعظم ہے تو یہاں اعظم کا ترجمہ کیا وہی لیا جا سکتا ہے جو اس روایت میں لیتے ہو؟

جیسے امام اعظم احمد رضا خان بریلوی اور اسی طرح ایک مکتبہ فکر جن کے نزدیک باقی سب کافر ومشرک ہیں سوائے اس کے جو ان کے عقائد ونظریات کی آنکھیں بند کر کے اور منہ پر پٹی باندھ کر تائید وتصدیق کرتے ہوئے تسلیم نہ کرے۔ اس مکتبہ فکر کے فرقے کے نزدیک صرف زبان کے الفاظ کی حد تک محض سادہ عوام کو اپنے فرقے کے جال میں جکڑنے کے لیے امام اعظم محمد علیہ السلام کو کہا جاتا ہے ان سے بھی سوال کریں کہ کیا محمد علیہ السلام کے لیے بھی یہاں اعظم کا

ترجمہ وہی لیا جاسکتا ہے جو اس روایت میں تم لوگ کرتے اور لیتے ہو اور دوسروں پر اسی کو زبردستی تھوپتے ہو؟

اگر یہاں اعظم کا ترجمہ وہ نہیں لیا جاسکتا تو پھر تم لوگوں نے اس روایت میں کیوں ایسا ترجمہ کیا؟ کیا یہ دجل عظیم نہیں ہے؟ کیا یہ دھوکہ نہیں ہے؟ کیا یہ حق کو چھپانا نہیں ہے؟

اعظم کہتے ہیں ایسی شئے کو جس کے بغیر باقی کسی کی کوئی اہمیت وحیثیت ایسے ہو جائے جیسے جسم سے تمام ہڈی نکال لینے سے پیچھے جسم کی اہمیت وحیثیت رہ جاتی ہے۔ اس دین اس ملت میں اللہ نے امام اعظم ابراہیم علیہ السلام کو بنا دیا اور ان کو جو ابراہیم کیساتھ ہیں وہ جو اللہ کے رسول ہیں جو اپنے اپنے وقت میں دنیا میں موجود ہوتے ہیں ان کے علاوہ کوئی امام اعظم نہیں۔

تمیم داری نے جہاز میں سوار جن انسانوں کو دیکھا ان کو یعنی اس وقت کے انسانوں کو اعظم انسان کہا جو کہ آپ پر بالکل کھل کر واضح ہو چکا کہ وہ آج کے موجودہ انسان ہیں اور وہ کوئی ایک مخصوص شخص نہیں تھا بلکہ جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے تمام انسانوں کی بات کی گئی ہے آج اس دور کے انسانوں کو اعظم انسان قرار دیا۔ ظاہر ہے جب آپ غور کریں محمد علیہ السلام کی بعثت سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کہ بالکل سر پر آچکی ہے کے درمیان جتنے بھی انسان آئے ان میں سے کس دور کے کون سے انسان ایسے ہیں جو ان پندرہ سو سالوں کے انسانوں میں وہی اہمیت وحیثیت رکھتے ہیں جو جسم میں ہڈی کی اہمیت وحیثیت ہوتی ہے؟ وہ کون ہیں جن کو سختی، مضبوطی اور قوت سب سے بڑھ کر حاصل ہو چکی؟ تو بالکل واضح ہے کہ آج موجودہ دور کے موجودہ انسان ہی اعظم انسان ہیں۔ اور کہا کہ وہ مسلسل اغلال یعنی لوہے والے پٹے یعنی بیلٹ لگائے ہوئے تھے اور نزو کر رہے تھے آسمان اور زمین کے درمیان۔ آسمان اور زمین کے درمیان نزو کی وضاحت پیچھے کھل کر ہو چکی اب آتے ہیں اس پر کے لوہے والے پٹے یعنی بیلٹ لگائے ہوئے تھے یہ کون سے لوہے والے پٹے یعنی بیلٹ تھے جو اعظم انسان لگائے ہوئے آسمان اور زمین کے درمیان نزو کر رہے تھے؟ اگر آپ نے جہاز کا سفر کیا ہو تو نزو کے وقت یعنی ٹیک آف اور لینڈنگ کے وقت تمام انسان لوہے والے پٹے یعنی بیلٹ پہنے ہوئے ہوتے ہیں جسے آپ سیٹ بیلٹ کہتے ہیں۔

دوسرے مقام پر انہوں نے اعظم انسان کی بجائے ایک کمزور، کراہنے والا اور شدید شکایات کرنے والے انسان سے ملاقات کا ذکر کیا۔ آج پوری دنیا میں ائیر ایمبولینس چل رہی ہیں کراہتے ہوئے انسانوں کو اسٹیچر پر بیلٹوں سے جکڑا ہوا ہوتا ہے یعنی بیلٹ لگائے ہوئے ہوتے ہیں اور اسی الدریعنی ہیلی کاپٹر یا جہاز والی ہر طرف سے بند سرنگ میں ڈال کر آسمان اور زمین کے درمیان نزو کیا جاتا ہے۔

اب آپ سے سوال ہے کہ مثال کے طور پر آپ کسی دور دراز گاؤں میں پیدا ہوئے وہیں پلے بڑھے آپ نے کبھی شہر نہیں دیکھا اور اگر آپ پہلی بار کسی جدید شہر جائیں تو کیا آپ وہاں کوئی ایک ہی شئے دیکھیں گے؟ نہیں بلکہ آپ خوب گھومیں پھریں گے زیادہ سے زیادہ اشیاء کو قریب سے قریب دیکھنے کی چاہت ہوگی اور دیکھیں گے بالکل اسی طرح تمیم داری نے آج موجودہ دور میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب آج سے چودہ صدیاں قبل خواب کی سی صورت میں دیکھا تھا اور آج کے اس موجودہ انسان کو بھی الدجّال قرار دیا۔ اس لیے کہ آج موجودہ انسان بھی سب سے بڑا الدجّال ہے جو انسان کی حقیقت اور اس کے دنیا میں آنے کے اصل مقصد پر دجل کا پردہ چڑھا کر جو انسان کی حقیقت نہیں اسے حقیقت بنا کر دیکھا رہا ہے اور دنیا میں آنے کا جو مقصد نہیں ہے اس کو دنیا میں آنے کا مقصد بتا اور دیکھا رہا ہے۔ اللہ نے پورے قرآن میں بار بار بہت سختی کیساتھ حیات الدنیا یعنی دنیاوی مال ومتاع، دنیاوی زندگی کو ترک کرنے کا حکم دیا اور اس سے حب کرنے سے سختی کیساتھ منع کیا اس دنیاوی زندگی، دنیاوی مال ومتاع کے پیچھے بھاگنے سے روکا لیکن آج یہ انسان ہی ہے جس نے اصل مقصد پر دجل کا پردہ چڑھا کر جس سے اللہ نے روکا اسی کو دنیا میں آنے کا مقصد بنا اور دکھا دیا جس سے آج ہر انسان اس دجل کا شکار ہو کر اسی کے پیچھے رات دن محنت کر رہا ہے اسی کو دنیا میں آنے کا اپنا مقصد سمجھ کر اس کے حصول میں رات دن ایک کیے ہوئے ہے۔ اس لیے یہ اعظم انسان بھی الدجّال ہے اس نے ایجادات کیں ان ایجادات نے ان مشینوں نے اس ٹیکنالوجی نے زمین کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا، آسمانوں یعنی زمین اور اس کے گرد گیسوں کی سات تہوں میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب فسادزدہ کر دیا زمین کو جہنم بننے کی راہ پر ڈال دیا جو عنقریب اسی الدجّال کی وجہ سے مکمل طور پر وہی جہنم بن جائے گی جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔

پھر جب انہوں نے دابہ سے سوال کیا کہ تُو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں جساسہ ہوں جساسہ کہتے ہیں جاسوسی کے آلے کو۔ آج آپ پوری دنیا میں دیکھ رہے

ہیں یہ دابہ جسے آپ ڈرون جہاز کہتے ہیں پوری دنیا میں ان کے ذریعے جاسوسی کا کام لیا جارہا ہے۔

یہ سب تمیم داری نے آج سے چودہ صدیاں قبل خواب کی سی صورت میں دیکھا تھا جو کہ الدجّال تھا اور جو سوالات وغیرہ کا ذکر کیا اس کی حقیقت پیچھے بیان کی جا چکی ہے وہ فرضی سوالات تھے اس وقت کے تقاضے کیمطابق۔ اگر اس وقت ساری حقیقت کھول کر بیان کی جاتی تو ایک طرف کسی کے سمجھ میں کچھ نہ آتا اور دوسری طرف اکثریت الدجّال سے بےفکر ہوکر بیٹھ جاتی کہ الدجّال تو ایسی شئے ہے جو ہماری زندگی میں تو آنے والا نہیں اس لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں اور اصلاح کے نام پر اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے سبب اسی فتنہ الدجّال یعنی دنیا کے فتنے کا بہت جلد شکار ہو جاتے یعنی جو الدجّال آج وجود میں آیا یہی آج سے صدیوں پہلے آجاتا۔

الحمدللہ کوشش کی کہ جتنا مختصر اور جامع انداز میں اس واقعہ پر بات کی جاسکتی تھی کی۔ مزید بات بھی کی جاسکتی ہے اور مزید بہت سے سوالات بھی کھڑا کیے جاسکتے ہیں لیکن جب مقصد پورا ہوگیا تو بے مقصد کچھ بھی کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی اس لیے جو اصل مقصد تھا وہ کھل کر سامنے آگیا کسی بھی لحاظ سے کوئی پریشانی نہیں رہتی اس کے باوجود جو چاہے حق کو تسلیم کرے اور جو چاہے سلف صالحین کے نام پر اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر ہی چلتا رہے جو کچھ ان سے نسل درنسل منتقل ہوا اسی کو تھامے رکھے۔ میرے ذمہ تو صرف کھول کھول کر پہنچا دینا تھا جو میں اپنی ذمہ داری پوری کر چکا۔

محمد رسول اللہ علیہ السلام نے بالکل کھول کھول کر واضح کر دیا تھا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اس نے جیسے اولین میں اپنا رسول بعث کیا ہے بالکل عین اسی طرح اس امت اس قوم کے آخرین میں بھی اپنا رسول بعث کرے گا جو کہ عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے اور ان کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ واحد ایسی شخصیت ہوں گے جنہیں الدجّال کے قتل پر مسلط کیا جائے گا۔

الدجّال پر صرف اور صرف ایک ہی شخص کو مسلط کیا جائے گا جو اس کا باب لد سے ادراک کر کے قتل کر دے گا وہی عیسیٰ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے اور کہا کہ انہیں پہچان لینا یعنی یہ ان کی آسان ترین پہچان ہوگی۔

اب سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج تک وہ لوگ جنہوں نے اس کا علم ہونے کے باوجود الدجّال پر مسلط ہونے کی کوشش کی یعنی لوگوں پر واضح کرنے کی کوشش کی انہیں بتانے کی کوشش کی کہ الدجّال کیا ہے جس کے لیے انہوں نے خطابات کیے، لیکچرز دیئے، تقاریر کیں، کتابیں لکھیں یا پھر کسی بھی صورت لوگوں کی یہ راہنمائی کی کہ الدجّال کیا ہے تو ایسے تمام کے تمام لوگوں نے ہر ایک گویا کہ اپنے عمل سے یہ دعویٰ کیا کہ وہی عیسیٰ اللہ کا رسول ہے جس کی بعثت کا اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے۔

حالانکہ ان کو واضح علم تھا کہ الدجّال کے قتل پر یعنی انسان جس کا ایک ہی پہلو دیکھتے ہوئے اس کے دجل کا شکار ہو کر اسے اپنا ربّ بنالیں گے اس کا دوسرا رخ کیا ہے اس کا دوسرا پہلو اس کی اصل حقیقت یعنی الدجّال کیا ہے اسے عیسیٰ اللہ کا رسول ہی چاک کرے گا۔ اب جبکہ ان لوگوں نے اس بات کا علم ہونے کے باوجود ایسا کیا تو ظاہر ہے یہ نہ صرف خود گمراہ تھے بلکہ انہوں نے اپنے ساتھ اکثریت کو بھی گمراہ کر دیا۔

ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ اللہ کے شریک بننے کی بجائے مجرمین بننے کی بجائے پہلے حق کی تلاش کرتے جب انہیں حق مل جاتا تب یہ لوگوں کی راہنمائی کے دعویدار بنتے لیکن ان لوگوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے نہ صرف اپنے لیے خسارے کا سودا کیا بلکہ اکثریت کو بھی اپنے پیچھے آگ کا ایندھن بنا ڈالا۔

ان کو چاہیے تھا کہ یہ لوگوں پر واضح کرتے کہ انتظار کرو اور دیکھو کیا کوئی ایسی شخصیت ہے جو الدجّال کو کھول کھول کر واضح کر دے؟ اگر نہیں تو جیسے ہی ایسی شخصیت سامنے آئے تو جان لینا وہ احمد عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے جن کی بعثت کا اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے جنہیں اس امت اس قوم کے آخرین میں بعث کیا جانا تھا یوں نہ صرف یہ خود دنیا و آخرت میں فلاح پا جاتے بلکہ اکثریت ان کی وجہ سے فلاح پا جاتی جو کہ انہوں نے نہیں کیا بلکہ انہوں نے الٹا لوگوں کی ایسی ذہن سازی کی کہ لوگوں کو احمد عیسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن بنا دیا، اللہ کے رسول عیسیٰ کی بعثت ہو تو اکثریت ان کیساتھ دشمنی کرے ان کو پہچان کر ان کی اطاعت و اتباع کر کے کامیابی کی بجائے الٹا ان کیساتھ دشمنی کریں ان کو قتل تک کرنے کی کوشش سے بھی گریز نہ کریں یوں ان مجرمین نے اللہ کے غضب کا سودا کیا۔

کیا نظام الدجّال ہے؟

بعض لوگوں کا الدجّال کے بارے میں نظریہ ہے کہ نظام ہی الدجّال ہے۔ الدجّال کے حوالے سے یہ نظریہ بھی درست نہیں ہے وہ اس طرح کہ اگر نظام ہی الدجّال ہوتا تو کیا اس سے پہلے دنیا میں صرف ایک ہی نظام قائم تھا اور قائم رہا جس کے مقابلے پر آج ایک دوسرا نظام قائم ہو گیا؟ کیونکہ اس الدجّال کو قرب قیام الساعت آنا تھا اور اسی الدجّال ہی کی وجہ سے الساعت آئے گی یعنی ایک عظیم زلزلہ ایسا زلزلہ کہ اگر اسے زلزلوں میں سے نکال دیا جائے تو پیچھے جتنے بھی زلزلے و تباہیاں ہیں ان کی اہمیت و حیثیت بالکل ایسے ہی رہ جائے گی جیسے کہ جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دی جائے تو پیچھے جسم کی جو اہمیت و حیثیت رہ جاتی ہے۔ اس عظیم زلزلے میں کوئی ایک بھی انسان نہیں بچے گا اس کے بعد زمین پر حیات کا خاتمہ ہو جائے گا اور اگر نظام کو ہی الدجّال قرار دیں تو پھر کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن میں سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ قریب کی ہی تاریخ کو اگر دیکھا جائے یعنی اگر محمد علیہ السلام کی بعثت کے بعد سے ہی دیکھ لیا جائے تو دنیا میں ان کی بعثت سے پہلے بھی الاسلام کے علاوہ اور نظام قائم تھے اور پھر بعثت کے بعد بھی جہاں الاسلام قائم نہیں تھا وہاں آج تک الاسلام کے علاوہ دوسرے نظام قائم تھے اور قائم ہیں اس لیے اگر نظام ہی الدجّال ہے تو پھر وہ تو شروع سے ہی موجود ہے یوں قرب قیام الساعت آنے والے الدجّال کے حوالے سے ہر بات بے بنیاد ہو جاتی ہے۔

اور جو دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر نظام الدجّال ہے اس کو ہٹا کر جسے آپ اسلام کا نظام سمجھتے ہیں اسے قائم کر لیں اور ترقی کے نام پر صنعتی انقلاب، ٹیکنالوجی اسی طرح دنیا میں رہے جیسے آج موجود ہے یعنی فرق صرف اتنا ہی سامنے آئے کہ پہلے یہ ٹیکنالوجی کفار کے ہاتھ میں تھی لیکن اب جو خود کو مسلمان کہتے ہیں ان کے ہاتھ میں آ گئی تو کیا پھر الدجّال کا تصور ختم ہو جائے گا؟

نظام ہی الدجّال ہے تو پھر کیا ٹیکنالوجی حلال ہو جائے گی؟

نظام ہی الدجّال ہے تو پھر ٹیکنالوجی یعنی تمام جدید سائنسی ایجادات کو کس کھاتے میں ڈالا جائے گا؟

نظام ہی الدجّال ہے تو کیا کبھی دنیا میں ایسا ہوا کہ نظام کی وجہ سے وقت سکڑ کر سال مہینوں، مہینے ہفتوں اور ہفتے دنوں کے برابر ہو جائیں؟ اور کیا یہ موجودہ نظام جب قائم ہوا تو کیا تب ایسا ہوا؟ وقت سکڑا؟

نظام ہی الدجّال ہے تو کیا زمین کے خزانے اسلام کے علاوہ نظام ہی کی وجہ سے نکلے؟ اور اگر ایسا ہے تو پہلے کیوں نہ نکلے کیا پہلے اسلام قائم تھا؟ زمین اسلام کے علاوہ نظام سے اپنی نباتات اگاتی ہے؟ کیا نظام سے ہی بارشیں برسائی جا سکتی ہیں؟

اسی طرح کیا ان تمام روایات کو نظام پر منطبق کیا جا سکتا ہے جو الدجّال کے بارے میں ہیں؟ حالانکہ منطبق کرنا تو سراسر ہے ہی جہالت کیونکہ تاریخ کو منطبق نہیں کیا جاتا اور اس حوالے سے تمام تر روایات تو تاریخ ہے آج کے اس دور کی۔

یہ میرے چند سوالات ان سے ہیں جو نظام کو الدجّال قرار دیتے ہیں اگر وہ مجھے ان چند سوالات کے جوابات دے دیں تو میں سمجھوں گا کہ مجھے اس حوالے سے ان لاتعداد سوالات کے جوابات مل گئے جو اس حوالے سے میرے سوالات ہیں۔

اسی طرح ان کے علاوہ بھی جو جو نظریات الدجّال کے بارے میں قائم کیے گئے ان کی کسی بھی صورت الکتاب سے تائید نہیں ہوتی مثلاً جیسے کہ مغربی اقوام کو الدجّال اکبر قرار دیا جاتا ہے یا جو عیسائیوں و یہودیوں کے مذہبی پیشوا ہیں انہیں الدجّال اکبر قرار دیا جاتا ہے۔

الکتاب تو بالکل واضح اس صنعتی انقلاب کو، فطرت کی ضد مصنوعی مخلوقات کو اس ٹیکنالوجی کو الدجّال قرار دیتی ہے یہ ٹیکنالوجی ہی ہے جس کی وجہ سے انسان یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ آسمانوں و زمین پر اسے دسترس حاصل ہو چکی ہے، وہ قوت میں بہت بڑھ چکا ہے اسے کوئی زوال نہیں، اس سے پہلے تک خود کو محتاج سمجھتا ہے اور جب یہ حاصل ہو جاتی ہے تو غنی سمجھنا شروع ہو جاتا ہے، اس کے اندر سے ڈر خوف بالکل ختم ہو جاتا ہے اور استکبار کرتا ہے یعنی کہ جو میں چاہوں گا وہی ہو گا اور وہی کیا جائے گا یوں وہ اس ٹیکنالوجی کے دجل کا شکار ہو کر اللہ کی آیات کا کذب کرتا ہے، ان میں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے انہیں ان کے مقامات سے ہٹاتا ہے،

اپنی من مانی تاویلات پہنا کر اللہ کا شریک بن بیٹھتا ہے اور پھر بالآخر ایسا وقت آتا ہے جب اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے ٹیکنالوجی کے ذریعے کیے ہوئے مفسد اعمال کی حقیقت اس پر کھلتی ہے یعنی ٹیکنالوجی کیساتھ جو فساد اس نے آسمانوں اور زمین میں کیا ہوتا ہے اس کا ردعمل جب اس کے سامنے آتا ہے تو بے بس ہو جاتا ہے اس کا نام نشان تک مٹا دیا جاتا ہے۔

اسی الدجّال یعنی ٹیکنالوجی سے نوح سمیت ہر رسول نے ڈرایا اور متنبہ کیا کہ تم یہ جو زمین کے اندر اور زمین کے گرد اللہ کی بچھائی ہوئی سات تہوں جنہیں سات آسمان کہا میں فساد کر رہے ہو رک جاؤ ورنہ عظیم عذاب یعنی اپنے ہاتھوں سے کیے جانے والے ان مفسد اعمال کے ایسے رد اعمال جو تمہارے لیے تمہاری سزا ہوں گے ایسا شکار ہو جاؤ گے کہ تمہارا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ تمہارے انہی مفسد اعمال کی وجہ سے جو تم ترقی کے نام پر ٹیکنالوجی، ان مشینوں کے دجل کا شکار ہو کر کر رہے ہو بادلوں کا نظام بگڑ جائے گا، موسموں کا نظام بگڑ جائے گا، زمین کا نظام بگڑ جائے گا، آسمانوں میں وضع کردہ میزان بگڑ کر زلزلے، سیلاب، طوفان، آندھیاں، زمین کا دھنسنا، بیماریاں، آپس میں تفرقہ و دشمنی، جنگ و جدل، قتل و غارت سمیت طرح طرح کی ہلاکتیں تم پر ہر طرف سے مسلط ہو جائیں گی تب معاملہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا، اللہ کے رسولوں نے حق اس قدر کھول کھول کر واضح کر دیا اس کے باوجود وہ نہ مانے اور اپنی اسی روش پر قائم رہے اور پھر بالآخر وہی ہوا کہ جسے وہ اپنا ربّ بنائے ہوئے تھے جسے اپنے لیے مسیحا سمجھ کر موجیں لوٹ رہے تھے، آسانیوں، سہولتوں، آسائشوں اور ترقی کا نام دے رہے تھے وہ صرف اور صرف الدجّال یعنی ایک عظیم دھوکہ ثابت ہوا اور جو ان کا انجام ہوا قرآن میں اللہ نے اس سے آگاہ کر دیا۔

قوم نوح کے پاس ٹیکنالوجی تھی اسی ٹیکنالوجی کے دجل کا شکار ہو کر انہوں نے اللہ کی آیات جو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ کی آیات ہیں ان میں چھیڑ چھاڑ کی اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے لیکن ایک وقت تک تو وہ اس کے ایک ہی رخ سے جو سامنے ہے کی وجہ سے اس دجل کا شکار ہو کر موجیں لوٹتے رہے آسانیوں و آسائشوں کے مزے لوٹتے رہے لیکن جب فساد ظاہر ہوا تو ردعمل کو روکنے کی صلاحیت ان میں نہیں تھی تب وہ مانے اور چیخ چیخ کر ماننے لگے کہ ہاں یہ الدجّال ہے ہم اس کا کفر کرتے ہیں اور جو اصل ربّ ہے یعنی فطرت اس کی طرف پلٹتے ہیں لیکن تب ان کا ماننا انہیں کچھ نفع نہ دیا۔

بالکل ایسا ہی قوم نوح کے علاوہ باقی پانچ قوموں نے بھی کیا اور ان کا انجام اللہ نے قرآن میں بیان کر دیا ان کے پاس بھی یہی ٹیکنالوجی تھی جس کے ساتھ انہوں نے فساد عظیم برپا کیا اور آج دنیا میں آباد موجودہ لوگ یعنی آپ بھی بالکل انہیں گزشتہ چھ قوموں کے نقشے قدم پر چلتے ہوئے انہی کی سنت پر چلتے ہوئے آج اس مقام تک پہنچ چکے ہیں کہ جہاں سے اب واپسی ناممکن ہو چکی ہے آج آپ کے ترقی کے نام پر آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے میں کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال نے آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا ہوا ہے جن پر قابو پانا آج انسان کے بس سے باہر ہو چکا ہے لہذا اب ایک ہی صورت بچی ہے کہ اپنے کیے کا مزہ چکھو اور گزشتہ ہلاک شدہ اقوام پر آنے والے اس عظیم عذاب کا انتظار کرو جس نے ان کا نام و نشان مٹا دیا جو تمہارا نام و نشان بھی مٹا کر رکھ دے گا جو بالکل تمہارے سر پر کھڑا ہے۔

یہ سب اسی ٹیکنالوجی کی وجہ سے ہوا یہی وہ الدجّال ہے جس سے محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل آگاہ کر دیا تھا اسی سے نوح علیہ السلام سمیت باقی رسولوں نے اپنی قوموں کو ڈرایا یا متنبہ کیا۔

پورے کا پورا قرآن اسی ٹیکنالوجی یعنی جدید سائنسی ایجادات کو ہی الدجّال قرار دیتا ہے اس ٹیکنالوجی سے ہی انسان خود کو خود کفیل سمجھتا ہے وہ اللہ کی محتاجی سے باہر آجاتا ہے وہ تمام کام جو اللہ نے اپنے ذمے لیے ہیں جن کی وجہ سے انسان اللہ کا محتاج رہتا ہے وہ تمام کام خود کرتا ہے اللہ پر توکل کرنے کی بجائے ٹیکنالوجی پر توکل کرتا ہے۔

خوراک ہو، صفائی کا سامان ہو، رہائش ہو، سفر کے ذرائع ہوں یا کوئی بھی ایسا کام جس کے لیے وہ ٹیکنالوجی کے وجود سے پہلے صرف اور صرف اللہ پر یعنی فطرت کا ہی محتاج ہوتا ہے اور اسی پر توکل کرتا ہے لیکن جیسے ہی یہ ٹیکنالوجی یعنی وہ قوت حاصل ہو گئی جس کیساتھ وہ کام جو اللہ کے کرنے والے ہیں انسان خود کرنے کی استطاعت حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ اللہ پر توکل نہیں کرتا وہ اللہ کا محتاج نہیں رہتا بلکہ پھر وہ خود کو خود کفیل سمجھتا ہے۔ جب وہ اللہ کے کرنے والے کام اپنے ہاتھ میں لیتا ہے تو آسمانوں اور زمین میں فساد عظیم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خالق اللہ ہے اس لیے صرف اور صرف اسے ہی علم ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو کیسے خلق کیا، کیسے آسمانوں و زمین کا نظام چلایا جا سکتا ہے۔ کس کس مخلوق کا کس کس کیساتھ تعلق ہے، کوئی بھی کام کیسے کرنا ہے اور وہ احسن طریقے سے کرتا

ہے لیکن جب انسان اللہ کے کاموں میں شریک ہوتا ہے تو آسمانوں اور زمین میں فساد ہی ہوتا ہے کیوں کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے ان کا مکمل علم نہیں۔

پھر جتنی بھی روایات ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی روایت ایسی نہیں ہے جو آج اس موجودہ دور کی تاریخ نہ ہو جس سے رائی برابر بھی کسی شک وشبے کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور واضح ہو جاتا ہے کہ محمد علیہ السلام نے اسی ٹیکنالوجی کو الدجّال کہا اور آج سے چودہ صدیاں قبل ہی اس کی تاریخ بیان کر دی۔ جب انسان آج کے دور آج کے امور کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا تب اس کے بارے میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا کہ جب تک اس کا ظہور نہیں ہو جاتا الدجّال کا ظہور نہیں ہو جاتا تب تک ان الفاظ کو سمجھنا ناممکن تھا بغیر مشاہدے کے کوئی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر لیتا وہ ان الفاظ کو نہیں جان سکتا تھا اور یہی وہ وجہ ہے کہ جن جن لوگوں نے ان روایات کے اپنے مشاہدات کی بنیاد پر اپنی عقل کے مطابق تراجم وتفاسیر کیے انہوں نے نہ صرف خود اپنے لیے ہلاکت کا سودا کیا بلکہ طرح طرح کے من گھڑت اور دیومالائی عقائد ونظریات کو وجود دیکر اپنے جیسی اکثریت کو بھی گمراہ کر دیا۔

الدجّال کو یعنی اس ٹیکنالوجی جدید سائنسی ایجادات جو کچھ بھی آج فطرت کی ضد موجود ہے اس کے خالق کو اللہ نے قرآن میں یاجوج اور ماجوج کو قرار دیا ہے۔

اگر دنیا کے کسی خطے میں ٹیکنالوجی کے بجائے اللہ پر توکل کیا جائے تو ٹیکنالوجی پر پڑا دجل کا پردہ چاک ہو کر انسانوں پر اس کا دوسرا پہلو جو ان سے پوشیدہ ہے بالکل کھل کر واضح ہو جائے جس وجہ سے وہ اس کے دجل کا شکار ہو کر اسے اپنا ربّ بنائے ہوئے ہیں یعنی اپنی تمام تر ضروریات کے لیے اس پر انحصار کر رہے ہیں۔ ٹیکنالوجی کی بجائے اللہ پر توکل کرنے والوں یعنی فطرت پر توکل کرنے والوں کو بیماریاں نہیں ہوں گی، زندگیاں لمبی ہوں گی، زندگیاں انتہائی آسان ہوں گی، خوشحال ہوں گے، کوئی تباہی نہیں آئے گی، نہ زلزلہ، نہ طوفان، نہ سیلاب، نہ بے وقت بارشیں، خوراک خالص ہوگی جس سے وجود میں آنے والے لوگ ذہین اور سوچنے سمجھنے والے ہوں گے، مخلوق کی بجائے اللہ کے غلام ہوں گے جو کہ اصل آزادی ہے اور ان کے برعکس اللہ کی بجائے الدجّال یعنی ہر معاملے میں ٹیکنالوجی پر توکل کرنے والوں میں لاتعداد بیماریاں، مصیبتیں، تکالیف، ہر سطح پر تباہیاں، آب وہوا زہریلی، انسان انسانوں کے غلام، رشتے ناطے کھوکھلے، فریب عام، موسموں میں تغیر وتبدل، زلزلے، آندھیاں سمیت لاتعداد خامیاں ہوں گی، کہیں مختلف اقسام کی بلوں کی فکر تو کہیں سرمایہ داروں کا خوف یوں الدجّال یعنی ٹیکنالوجی اس جدیدیت اس فطرت کی ضد پر پڑا دجل کا پردہ چاک ہو کر اس کی حقیقت بالکل کھل کر سامنے آجائے گی کہ یہ واقعتاً الدجّال ہی ہے۔

یہی وہ وجہ ہے کہ مجرمین شیاطین نہیں چاہتے کہ دنیا میں کہیں بھی فطرت ہو فطرت پر انحصار کیا جائے اور اگر کہیں ایسا ہوتا ہے تو اسے مجرمین شیاطین جو کہ سرمایہ داروں کا ٹولہ ہے جو آج دنیا پر مسلط ہو چکا ہے بڑی بڑی کمپنیوں، انڈسٹریوں کے مالکان اسے اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں اور اس لیے اس خطرے کا پہلے ہی سد باب کیا جانا ضروری سمجھ کر پوری کی پوری قوم کے پاس الدجّال یعنی ٹیکنالوجی کو ربّ بنانے اس پر انحصار کرنے کی دعوت دیتے ہیں وہاں یہ لوگ خوب پیسے کا استعمال کر کے وہاں کے لوگوں کو بھی ٹیکنالوجی کے دجل کا شکار کرتے ہیں کہ اللہ یعنی فطرت کی بجائے ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ بناؤ اپنی تمام تر ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسی پر انحصار کرو۔ تو جو ایمان لے آتے ہیں ان پر الدجّال یعنی اس ٹیکنالوجی کی جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں ٹیکنالوجی سے بارشیں، ٹیکنالوجی سے اگایا جاتا ہے، وقت کم سے کم اور پیداوار زیادہ سے زیادہ حاصل کی جاتی ہیں، ٹیکنالوجی سے سفر کے ذرائع آرام دہ اور تیز رفتار ہوتے ہیں، رہنے کے لیے گھر اسی ٹیکنالوجی سے طرح طرح کی سہولتوں، آسائشوں سے مزین، عالی شان محلات، نرم گرم گدوں والے، تزین وآرائش والے، سہولتیں ہی سہولتیں، آسائشیں ہی آسائشیں یعنی جو الدجّال یعنی ٹیکنالوجی کو اپنا ربّ تسلیم کر لیتے ہیں تو ان پر الدجّال کے انعامات کی بارشیں ہوتی ہیں اور جو اسے اپنا ربّ تسلیم نہیں کرتے اور فطرت پر ہی انحصار کرتے ہیں اللہ ہی کو اپنا ربّ بناتے ہیں تو پھر دنیا پر مسلط سرمایہ دار طبقہ ان کے لیے دنیا کو ہی جہنم بنا دیتا ہے ان پر زمین تنگ کر دی جاتی ہے ان کے لیے یہ زمین جہنم کا منظر پیش کرتی ہے۔

ذرا غور کریں کہ جب اس الدجّال اکبر کا وجود نہیں تھا تب کے مقابلے میں آج جب ٹیکنالوجی کا وجود ہے دنیا کا تقابل کریں تو آج دنیا کیسی نظر آتی ہے؟ ماضی کے مقابلے میں آج دنیا بظاہر جنت نظر آتی ہے اور ٹیکنالوجی کے بغیر دنیا پتھر کے دور میں جہنم نظر آتی ہے۔

حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس الدجال کی جنت میں رہنے والوں سے پوچھیں تو ہر کوئی بے چینی وبے سکونی کی کیفیت میں مبتلا ہوگا اور ان کے برعکس الدجّال کی

جہنم جنگلوں اور پہاڑوں وغیرہ میں فطرت پر رہنے والوں کی زندگیاں پرسکون اور بے فکری سے بھرپور ہوں گی۔ یوں الدجّال کی جنت نہ صرف آخرت میں حقیقی جہنم ہوگی بلکہ دنیا میں بھی یہ دجل کی جنت ہے نہ کہ حقیقی جنت۔ یہ حقیقت میں دنیا میں بھی جہنم ہے جو دور سے تو بھلی نظر آتی ہے انسان اس کی طرف کھنچا چلا آتا ہے لیکن جو اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ بے بس و لاچار ہو جاتا ہے آپ کسی بھی ایسے انسان سے پوچھ لیجئے جو ایسے جدید معاشروں میں مقیم ہے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ وہ جنت میں رہ رہا ہے یا پھر اس کی زندگی بے چینی و بے سکونی سے بھری ہوئی ہے۔

دنیا کا کوئی بھی نظام، دین، مذہب یا نظریہ وغیرہ الدجّال یعنی اس ٹیکنالوجی کے وجود کے لیے خطرہ نہیں ہے سوائے الاسلام کے اور الاسلام سے مراد قطعاً کوئی مذہب نہیں جسے دنیا اسلام کے نام سے جانتی، سمجھتی اور کہتی ہے بلکہ الاسلام کیا ہے اس پر پیچھے بات کی جا چکی کہ الاسلام وہ طریقہ وہ فارمولہ جس پر قائم ہونے سے جس پر چلنے سے جسے اپنانے سے آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کے سب میں سلم آ جائے یعنی پرفیکشن آ جائے کہیں کوئی خامی، خرابی یا نقص وغیرہ نہ ہو اور اگر پہلے سے انسانوں کے اعمال کی وجہ سے موجود ہو تو وہ بھی دور ہو کر آسمانوں، زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کا سب بالکل پرفیکٹ ہو جائے کسی بھی مخلوق کو رائی برابر بھی کسی بھی قسم کے نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اور وہ واحد ایک ہی دین ہے ایک ہی فارمولہ ہے فطرت یعنی انسان کے اس دنیا میں آنے سے پہلے جب اسے دنیا میں لایا گیا تب جو کچھ بھی جیسا تھا ویسا کا ویسا رہنے دیا جائے کہیں کسی بھی مخلوق میں کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے فطرت پر ہر لحاظ سے توکل کیا جائے بالکل ایسے ہی جیسے ایک نومولود بچہ والدین پر انحصار کرتا ہے اس کے علاوہ کوئی بھی دین، مذہب، طریقہ، فارمولہ یا نظام وغیرہ ایسا نہیں جو الاسلام ہو خواہ پوری کی پوری دنیا اسے اسلام کہے وہ الاسلام نہیں ہو سکتا۔

کیا محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ الدجّال ایک مخصوص بشر انسان ہوگا؟

آپ جانتے ہیں کہ آج تک اکثریت کے اذہان میں یہ بات عقیدہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ الدجّال انسان ہوگا جس سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ الدجّال ایک مخصوص شخص ہوگا یعنی ایک مخصوص بشر ہوگا اور یہ کہا جاتا ہے کہ ایسا محمد علیہ السلام نے کہا تھا۔

ایسے ہی کثیر تعداد میں ایسے انسان بھی ہیں جو حق ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود یہی کہہ رہے ہیں کہ جی الدجّال تو ایک شخص ہی ہوگا کیونکہ آج تک ہم یہی سنتے آ رہے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے میری دعوت کو سنا دیکھا ہو بلکہ بغیر میری بات کو سنے دیکھے محض اپنی خواہشات کی اتباع میں جو نسل در نسل آباؤ اجداد سے منتقل ہوا اسی کا ورد کر رہے ہیں۔

کثیر تعداد میں یہ سوال موصول ہوتا چلا آ رہا ہے کہ آپ کے بارے میں سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں الدجّال ٹیکنالوجی ہے یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ الدجّال ایک شخص ہوگا اس لیے الدجّال ٹیکنالوجی نہیں بلکہ ایک شخص ہے جو مستقبل میں آئے گا۔

اس کے جواب میں اب میرا ایسے تمام کے تمام لوگوں سے سوال ہے کہ کیا محمد علیہ السلام نے کوئی قصے و کہانیاں بیان کی تھیں یا پھر محمد علیہ السلام نے مستقبل کے بارے میں آگاہ کیا تھا کہ مستقبل میں کیا کچھ ہوگا؟

اگر تو محمد علیہ السلام نے قصے و کہانیاں سنائی تھیں پھر تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے اور اگر قصے و کہانیاں نہیں بلکہ مستقبل کے بارے میں آگاہ کیا تھا وہ جو کچھ بھی محمد علیہ السلام سے لیکر الساعت کے قیام تک ہونا تھا اس کے بارے میں آگاہ کیا تھا جو کہ حق یہ ہے کہ محمد علیہ السلام نے کوئی قصے و کہانیاں بیان نہیں کیے تھے بلکہ اپنی بعثت سے لیکر الساعت کے قیام تک جو کچھ بھی ہونا تھا اس کا ذکر کیا تھا اس کے بارے میں آگاہی دی تھی تو پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذرا غور کریں آج جو کچھ بھی ہو رہا ہے بارشوں کا برسایا جانا، نباتات کا پہلے سے بہت کم وقت میں اور پہلے سے کئی گنا زیادہ اگایا جانا، بیجوں میں تبدیلیاں یہاں تک کہ خود نئے سے نئے بیج تیار کیے جا رہے ہیں جن کا پہلے کوئی تصور تک بھی نہیں تھا، آسمانوں میں دور دوسرے سیاروں تک دیکھنے کی صلاحیت، چاند سمیت دوسرے سیاروں پر چلے جانا، زمین کی گہرائیوں میں کیا کیا کتنی کتنی مقدار میں اور کہاں کہاں موجود ہے اس کا علم حاصل ہو جانا، زمین کی گہرائیوں میں دیکھنا، ماں کے پیٹ میں کیا

ہے اس کا علم ہو جانا، ماں کے پیٹ میں دیکھ لینا، پہاڑوں کا پوری دنیا میں سیر کرنا، غیر معمولی بڑے بڑے امور کا وقوع پذیر ہونا، بڑی بڑی ایجادات، انسان کا ہواؤں میں اڑنا، رفتار کا انتہائی تیز رفتار ہو جانا، ہر کام کی رفتار کا غیر معمولی حد تک تیز ہو جانا، وقت کا سکڑ جانا، زلزلے، سیلاب، طوفان، آندھیاں سمیت طرح طرح کی ہلاکتوں کا آنا، زمین کا دھنسنا، لاوے پھٹنا، طرح طرح کی بیماریوں سمیت تکالیف ومصائب اور ہلاکتوں کا انسانوں کو ہر طرف سے گھیر لینا، لڑائیاں، تفرقہ، جنگ وجدل، قوموں کا قوموں پر چڑھ دوڑنا، غیر معمولی اسلحے وبارود کا وجود میں آجانا جس کا پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، ہزاروں کلومیٹر کی دوری پر ہونے کے باوجود آپس میں ایسے بات کرنا گویا کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں، دنیا میں کسی ایک مقام پر بیٹھ کر معمول کیمطابق آواز میں بولنا اور اس آواز کا تصویر کیساتھ دنیا میں ہر گھر تک پہنچنا، پوری دنیا میں آواز کا سنائی دینا، طرح طرح کی آسائشیں، سہولتیں، آسانیاں وغیرہ کے نام پر غیر معمولی مشینیں، معلومات کا انبار، نشر واشاعت کا سیلاب، موت کا وقت اور وجوہات کا جان لینا، زمین میں کون کون سے عناصر ہیں اور ان عناصر میں کیا خصوصیات وصلاحیتیں پائی جاتی ہیں اس علم کا ظاہر ہو جانا، پہاڑوں میں غیر معمولی وسیع اور سینکڑوں کلومیٹر تک لمبی لمبی سرنگوں کا کھودنا جن میں عالی شان رستوں کا وجود میں آنا، سمندروں میں بڑے بڑے غیر معمولی بحری جہاز، ہواؤں میں اڑتی مشینیں وغیرہ یہ سب کیا ہے؟ اور کیا ان سب کے بارے میں محمد علیہ السلام نے کچھ نہیں بتایا تھا؟ اور اگر بتایا تو پھر ان سب کے بارے میں جو راہنمائی کی تھی جو آگاہی دی تھی وہ سب کا سب مواد کہاں گیا؟ یا پھر حقیقت تو یہ ہے کہ محمد علیہ السلام نے تو اسی سب کے بارے میں آگاہ کیا تھا مگر آپ کے آباؤ اجداد نے جب ان سب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا تب محمد علیہ السلام کے ان تمام الفاظ کو اپنی عقلوں ومشاہدات کے مطابق ڈھال دیا۔ جب ان سب امور کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا تب آپ کے آباؤ اجداد نے محمد علیہ السلام کے الفاظ کو اپنی عقلوں کے مطابق تراجم وتفاسیر کی صورت میں عام کر دیا پھیلا دیئے جو خود تو گمراہ تھے ہی لیکن ساتھ میں آنے والی اپنی نسلوں کو بھی گمراہ کر دیا۔

آپ سے سوال ہے آپ خود غور کریں اگر آپ آج سے ہزار سال پہلے دنیا میں موجود ہوتے اور اس وقت آپ سے پوچھا جاتا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ دنیا کے ایک کونے پر ایک شخص ہو اور دوسرا دنیا کے دوسرے کونے پر اس کے باوجود وہ دونوں ایسے آپس میں بات کریں کہ جیسے آمنے سامنے بیٹھ کر بات کی جاتی ہے اور درمیان میں اربوں لوگ جو موجود ہیں وہ ان کی بات کو نہ سن پائیں تو آپ کیا جواب دیتے خواہ آپ کتنے ہی بڑے عقل مند کیوں نہ ہوتے؟ ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے اگر وہ اپنی پیدائش سے لیکر پندرہ سال کی عمر تک پہنچ جائے اور اس نے آگ کا مشاہدہ نہ کیا ہو تو آپ اسے دنیا کی جس مرضی زبان میں سمجھانے کی کوشش کر لیں اس کی عقل میں نہیں آئے گا کہ آگ کیا ہوتی ہے اور اس سے جلنا کیا ہوتا ہے اس وقت تک جب تک کہ وہ اس کا مشاہدہ نہیں کر لیتا یعنی آگ کو چھو کر نہیں دیکھ لیتا بالکل ایسے ہی آج سے ہزار سال پہلے آپ اس کا تصور تک بھی نہیں کر سکتے تھے اور آج آپ کو بتانے تک کی ضرورت نہیں کیونکہ آج آپ مشاہدہ کر رہے ہیں لیکن تب اگر آپ کو کہا جاتا کہ ایسا ممکن ہے تو آپ ماننے کو تیار ہی نہ ہوتے۔

آج سے ہزار، چودہ سو سال قبل آپ سے سوال کیا جاتا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ بندہ چلتا جائے چلتا جائے ہمیشہ چلتا ہی رہے مگر کنارہ نہ آئے تو آپ کا جواب ہوتا کہ ایسا ممکن نہیں ہے اور آپ ایسا جواب اس لیے دیتے کیونکہ تب تک آپ کا مشاہدہ یہ تھا کہ کسی کا بھی ایک اول ہوتا ہے اور ایک آخر ہوتا ہے، ابتدا اور انتہاء ہوتی ہے آپ چلیں گے تو بالآخر کنارہ آجائے گا لیکن اگر آج آپ سے سوال کیا جائے تو آج آپ کا جواب ہوگا کہ ہاں بالکل ممکن ہے کیونکہ آج آپ مشاہدہ کر چکے ہیں زمین گیند کی طرح گول ہے اس پر چلتے جائیں کبھی کنارہ نہیں آئے گا۔

ایسے ہی آج جو کچھ بھی ہے جو بڑی بڑی ایجادات ہیں ذرا غور کریں کیا آج سے ہزار، چودہ سو سال قبل ان کا کوئی تصور تک بھی کر سکتا تھا؟ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تب ان کے بارے میں تصور کرنا بھی محال تھا تو پھر بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ تب ان کے بارے میں محمد علیہ السلام کے الفاظ کو آپ کے آباؤ اجداد نے کیسے سمجھ لیا؟ اور پھر تراجم وتفاسیر کر کے خود تو گمراہ تھے ہی ساتھ اکثریت کو اور آنے والی نسلوں تک کو گمراہ کر دیا۔

محمد علیہ السلام نے کوئی دیومالائی قصے وکہانیاں بیان نہیں کیے تھے بلکہ محمد علیہ السلام نے تو آج سے چودہ صدیاں قبل ہی آج کی تاریخ بیان کی تھی آج جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس سب کے بارے میں بیان کیا تھا جو روایات کی صورت میں جب آپ کے آباؤ اجداد تک پہنچا آپ کے ملاؤں تک پہنچا تو انہوں نے اپنی عقل کو عقل کُل سمجھتے اور قرار دیتے ہوئے تراجم وتفاسیر کر کے اکثریت کو گمراہ کر دیا اور آج اکثریت اندھی ہے جنہیں سب کچھ موجود ہونے کے باوجود بھی دکھائی نہیں دے رہا، اکثریت بہری ہے سب کچھ ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کر دیئے جانے کے باوجود بھی کچھ سنائی نہیں دے رہا۔ اب ظاہر ہے جو آنکھوں کے

سامنے موجود ہو اور دکھائی نہ دے کھول کھول کر سنایا جا رہا ہو اور سنائی نہ دے ایسا کیسے ممکن ہے؟ ایک ہی صورت میں ایسا ممکن ہے کہ جو اموات ہیں جو قبروں میں ہیں وہ نہیں دیکھ سکتے وہ نہیں سن سکتے اس لیے آج اکثریت اموات کی ہے اکثریت ان کی ہے جو قبروں میں ہیں۔

ذرا تصور کریں آج اگر ایسی عظیم تباہی آتی ہے جو کہ بالکل سر پر موجود ہے کہ اس میں یہ سب ٹیکنالوجی خاک ہو جائے انسانوں کی صدیوں پر محیط منصوبہ بندیوں اور محنت کو جلا کر رکھ کر دیا جائے اور دنیا پھر واپس اسی مقام پر چلی جائے جہاں سے انسان نے اس سب کی ابتداء کی تھی تو آج اس دور کے بارے میں اس وقت کے لوگ کیا سوچیں گے اور کہیں گے؟

موجودہ نسل میں سے جو بچ جائیں گے وہ اپنے بچوں کو تو اس ٹیکنالوجی کے بارے میں کچھ نہ کچھ بتا سکیں گے کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے سب دیکھا مشاہدات کیے لیکن جب یہ نسل ختم ہو جائے گی تو دوسری نسل اپنی اگلی نسل کو کیا بتائے گی؟ انہوں نے تو ان سب کا مشاہدہ نہیں کیا ہو گا جو اپنے آباء سے انہیں پتہ چلا اسے اپنے مشاہدات کی بنیاد پر اپنی نسل کو سمجھانے کی کوشش کریں گے ایسے ہی آٹھ دس نسلوں کے بعد ان کے تصورات تک بھی ناپید ہو جائیں گے تو اس وقت کے لوگ جب پڑھیں اور سنیں گے کہ ماضی میں ایسے لوگ آباد تھے جو ہواؤں میں اڑتے تھے، جو ہزاروں میل دوری کے باوجود آپس میں ایسے بات کرتے تھے کہ جیسے آمنے سامنے بیٹھ کر بات کی جاتی ہے تو ظاہر ہے وہ ان سب باتوں کو اپنے مشاہدات کی بنیاد پر سمجھیں گے اور پھر ویسے ہی نقشے وخاکے کھینچیں گے۔

ان کے مشاہدے میں اڑنا پرندوں کا اڑنا ہے تو وہ یہی سمجھیں گے کہ ان لوگوں کے پر ہوتے تھے اور وہ ایسے اڑتے تھے جیسے پرندے اڑتے ہیں، اب ہزاروں میل دوری پر ہونے کے باوجود آپس میں ایسے بات کرنا جیسے کہ آمنے سامنے بیٹھ کر کی جائے تو اس کے لیے ان کا مشاہدہ صرف اور صرف یہ ہے کہ جو آمنے سامنے بیٹھ کر بات کی جاتی ہے تو وہ اسے دیومالائی شکل دیں گے وہ یہی کہیں گے کہ وہ لوگ بڑے بڑے جادوگر تھے ان کے پاس جادو کی چھوٹی سی ڈبی ہوتی تھی جیسے کہ جادو کی چھڑی ہوتی ہے جس سے وہ بات کرتے تھے۔

ایسے ہی ناسا کی بات کی جائے تو وہ کہیں گے کہ اس وقت ایک بابا ناسا ہوتا تھا وہ ایسے تیر بناتا تھا کہ وہ آسمانوں میں چلے جاتے تھے، ایک بابا گوگل تھا جو کہ بہت پہنچا ہوا تھا اس کے پاس اتنا علم تھا کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا، ان لوگوں کے تالے اتنے مضبوط ہوتے تھے کہ ہزاروں بڑے بڑے ماہرین پوری کوشش کرنے کے باوجود بھی اسے توڑنے میں ناکام رہتے اور وہ سمجھتے کہ جیسے ان کا تالہ ہوتا ہے ایسے ہی تالے ہوتے تھے لیکن وہ تالے بہت بڑے بڑے ہوتے تھے غیر معمولی بڑے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی لوہے کے تالے نہیں بلکہ چند ہندسوں کا پاسورڈ ہوتا ہے۔

وہ آپس میں ایک دوسرے کو جب خط بھیجتے تھے تو ایک ڈبہ یا چھوٹی سی ڈبیہ ہوتی تھی اس کے اندر ہی ان کا خط بنتا اور لکھا جاتا اور پھر چٹکی بجانے سے پہلے وہ خط ہزاروں میل دور یا دنیا کے کسی بھی کونے میں پہنچ جاتا اور وہ کہتے کہ وہ جادو کی ڈبیہ تھی حالانکہ یہ آج موبائل، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ وغیرہ ہیں۔

ایسے ہی ہارڈ ڈسک جسے عربی میں کتاب کہا جاتا ہے اس کے بارے میں بھی وہ یہی کہتے کہ ان لوگوں کے پاس جادوئی کتابیں ہوتی تھی جن میں نہ صرف بغیر سیاہی کے لکھا جاتا بلکہ تصویریں تک ان میں لکھ لیتے تھے۔

یعنی آپ آج جو موجودہ ایجادات ہیں یہ مشینیں ہیں یہ جو ٹیکنالوجی ہے جیسے کہ ہولوگرام ٹیکنالوجی بھی آ چکی ہے ان کے بارے میں وہ کیسی کیسی دیومالائی کہانیاں بنا لیتے بالکل یہی آپ کے آباؤاجداد نے کیا جب جس وقت میں وہ موجود تھے اس وقت آج موجودہ دور اور ان اشیاء کے بارے تصور کرنا بھی ناممکن تھا تب انہوں نے محمد علیہ السلام کی آج کے بارے میں کہی ہوئی باتوں کو آج کی اشیاء کے بارے میں استعمال کیے جانے والے الفاظ کو اپنے مشاہدات اور عقل کے مطابق تراجم وتفاسیر کی صورت میں اپنے ساتھ اکثریت کو گمراہ کر دیا۔

آپ خود بالکل غیر جانبدار ہو کر سوچیں اور فیصلہ کریں جب موجودہ ٹیکنالوجی موجود نہیں تھی یہ ایجادات نہیں تھیں دنیا فطرت پر تھی جب آج کے بارے میں تصور کرنا بھی ناممکن تھا تب آپ کے آباؤاجداد نے کیسے محمد علیہ السلام کے آج کے بارے میں کہے ہوئے الفاظ و جملوں کے تراجم و تفاسیر کر دیئے؟ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والے کسی بھی واقعے کے بارے میں اگر پہلے ہی بتا دیا جائے تو تب تک اس کی بالکل ٹھیک سے سمجھ نہیں آ سکتی جب تک کہ وہ واقعہ رونما نہیں ہو جاتا جب وہ واقعہ رونما ہو گا تب سمجھ آئے گی کہ اچھا یہ وہ واقعہ تھا جس کے بارے میں بتایا گیا تھا اور بالخصوص آج سے چودہ صدیاں قبل آج کے دور

کے حوالے سے جو کچھ بھی بتایا گیا تھا اس کو تو کسی بھی صورت اس وقت تک سمجھنا تو دور کی بات اس کا تصور تک بھی ناممکن تھا جب تک کہ یہ تمام واقعات رونما نہ ہو جاتے آج کا وقت نہ آ جاتا۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر آپ سے سوال ہے کہ جن کو آپ اپنے اسلاف قرار دیکر اندھوں کی طرح ان کے تراجم وتفاسیر کیساتھ چمٹے ہوئے ہیں ان کی کتابوں کو جو کہ خرافات و جہالت کا ڈھیر ہیں انہیں اپنے سینوں سے لگائے بیٹھے ہیں ان سے آپ کو ہدایت ملے گی یا الٹا ہدایت سے دور کریں گی؟ آج آپ کے پاس وقت ہے اپنی آنکھیں کھول لیں دیکھ لیں جو کان آپ کو دیئے گئے ان کا استعمال کرتے ہوئے جو بات کھول کھول کر بتائی جا رہی ہے اسے سن لیں اور آپ کو عقل دی گئی جو دیکھ اور سن رہے ہیں اسے سمجھ لیں اگر آباؤ اجداد غلط تھے وہ جاہل تھے تو کیا آج ہر لحاظ سے کھل کر واضح ہو جانے کے باوجود ان کا ضلالٍ مبینٍ میں ثابت ہو جانے کے باوجود بھی انہی سے چمٹے رہیں گے؟ اور ہلاکت کا سودہ کریں گے؟ آج آپ کے پاس وقت ہے جو کہ بالکل کم ہے اگر آج آپ نے عقل سے کام نہ لیا تو جان لیں آپ کے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں رہے گا عذاب عظیم آپ کے بالکل سر آ کھڑا ہے جیسے ہی آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تب آپ مانیں گے لیکن تب آپ کا ماننا آپ کو کوئی نفع نہیں دے گا۔

الساعت کی آخری بڑی دس اشراط میں سے ایک زمین سے النار کا نکلنا

ملحمۃ الدجّال اور اس کا پس منظر۔

رسول اللہ ﷺ قال: انھا لن تقوم الساعة حتی ترون قبلھا عشر آیات، فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسیٰ ابن مریم ﷺ ویاجوج و ماجوج وثلاثة خسوفٍ خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرة العرب و آخر ذلک نار تخرج من الیمن تطرد الناس المحشرھم. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں ہرگز نہیں قائم ہوگی الساعت یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے آسمانوں وزمین میں ترقی کے نام پر کیے جانے والے مفسد اعمال کے ردا عمال میں آنے والی ہلاکتوں وتباہیوں میں ایک عظیم ہلاکت وتباہی جو کہ عظیم زلزلہ ہوگا ایسا زلزلہ کہ اگر اسے زلزلوں میں سے نکال دیا جائے تو پیچھے تمام کے تمام زلزلوں و ہلاکتوں کی اہمیت وحیثیت ایسے ہی رہ جائے گی جیسے کہ جسم سے تمام کی تمام ہڈی نکال دینے سے جسم کی اہمیت و حیثیت رہ جاتی ہے۔ وہ عظیم تباہی جو کہ زلزلہ ہوگا وہ ہے الساعت اور وہ تب تک نہیں آئے گی یہاں تک کہ اس سے پہلے دس آیات نہ دیکھ لو، پس رسول اللہ ﷺ نے یاد دلایا الدخان یعنی انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے ترقی کے نام پر مفسد اعمال کے سبب خارج ہونے والی طرح طرح کی گیسیں اور الدجّال اور الدابہ یعنی تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کرنے والی مخلوقات جو آج موجود نہیں ہیں بعد میں وجود میں آئیں گی اور طلوع ہو رہا ہے سورج اس کے مغرب سے یعنی جہاں سے غروب ہو رہا ہے وہیں سے طلوع بھی ہو رہا ہے اور عیسیٰ ابن مریم ﷺ کا نزول اور یاجوج اور ماجوج اور تین مقامات پر زمین کا کثرت سے یعنی جگہ جگہ سے دھنسنا مغرب سے زمین کا جگہ جگہ سے دھنسنا اور مشرق سے زمین کا جگہ جگہ سے دھنسنا اور جزیرۃ العرب میں زمین کا جگہ جگہ سے دھنسنا اور آخر میں وہ آگ ہے نکالی جائے گی ان لوگوں کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی مرضی سے جو لوگ جو قومیں اس آگ کے حصول کے لیے تمہارا قصد کریں گے یعنی اس آگ کے حصول کے لیے تمہارے پیچھے پڑیں گی یہاں تک کہ تم سے وہ آگ حاصل نہ کر لیں خواہ اس کے لیے انہیں کچھ ہی کیوں نہ کرنا پڑے اور جب وہ آگ نکلے گی تو لوگ یعنی دنیا کی قومیں اس کی طرف ایسے اکٹھے ہوں گی جیسے بھوکے کتوں کے سامنے ہڈی پھینک دینے سے اس ہڈی پر اکٹھے ہوتے ہیں ہر ایک کا یہی لالچ ہوتا ہے کہ اسے ہی ملے جس وجہ سے وہ آپس میں لڑتے، چیختے، چلاتے اور ایک دوسرے کو چیرتے پھاڑتے ہیں یعنی خطہ شام میں دنیا کے لوگ

اس آگ پر ایسے اکٹھے ہوں گے جیسے بھوکے کتوں کے سامنے ہڈی پھینکنے سے وہ اس پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے چیختے اور دھاڑتے ہیں بالکل ایسے ہی خطہ شام میں لوگ اس آگ کے حصول کے لیے اس کی طرف اکٹھے ہو جائیں گے اور اس کے حصول کے لیے کتوں کی طرح آپس میں لڑیں گے قومیں کی قومیں ایک دوسرے سے لڑیں گی ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گی ایک دوسرے پر تباہی و ہلاکت مسلط کریں گی۔

اس روایت میں دس آیات کا ذکر ہے جو کہ الساعت کی سب سے آخری اور بڑی علامات واشراط ہیں جب یہ دس آیات ظاہر ہو جائیں گی تب وقت بالکل ختم ہو جائے گا تب الساعت بالکل سر پر آ چکی ہو گی۔

محمد علیہ السلام نے الساعت کے قیام سے پہلے ان دس آیات کے ظہور کا ذکر کیا ان دس آیات جو کہ علامات واشراط الساعت ہیں انہیں علامات واشراط الکبریٰ کہا جاتا ہے یعنی الساعت کی سب سے آخری اور بڑی دس علامات واشراط اور محمد علیہ السلام نے انہی کے بارے میں کہا تھا کہ جب ان میں سے پہلی کا ظہور ہو گا تو یہ تمام کی تمام یکے بعد دیگرے ایسے ظاہر ہوں گی جیسے کسی موتیوں کے ہار کا دھاگہ ٹوٹ جانے سے موتی دھڑا دھڑ گرنے لگتے ہیں۔

ان دس آخری اور بڑی علامات واشراط میں سے تین طلوع ہو رہا ہے سورج جہاں سے غروب ہو رہا ہے، یاجوج اور ماجوج اور الدجّال کو تفصیل کیساتھ پیچھے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ نہ صرف ان میں سے پہلی آیت ''طلوع الشّمس من مغربھا'' کھول کھول کر واضح کیا جا چکا جسے دنیا کی کوئی طاقت غلط ثابت نہیں کر سکتی اور نہ ہی جھٹلا سکتی ہے اس کے باوجود اگر کوئی جھٹلائے گا تو اسے ماننا پڑے گا اسے منوایا جائے گا بلکہ ایسے ہی دوسری الساعت کی علامت وشرط یاجوج اور ماجوج کو بھی کھول کھول کر واضح کیا جا چکا اور تیسری الدجّال کو بھی ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا کہ دنیا کی کوئی طاقت ان میں سے کسی کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکتی نہ ہی کوئی چاہ کر بھی کوئی جھٹلا سکتا ہے بالآخر اسے ماننا ہی پڑے گا۔

اب آتے ہیں ان دس علامات واشراط الساعت میں سے ایک النار کی طرف، اب ہمارا موضوع ہے وہ مخصوص آگ جس کا ذکر اسی روایت میں موجود ہے جو کہ الساعت کی سب سے آخری اور بڑی علامات واشراط میں سے ایک ہے۔

اس روایت میں محمد علیہ السلام نے کہا کہ آخر میں اس مخصوص آگ کے حصول کے لیے لوگ اس کی طرف ایسے اکٹھے ہوں گے جیسے بھوکے کتے کسی ہڈی پر اکٹھے ہوتے ہیں جو اس کے حصول کے لیے آپس میں لڑتے ہیں چیختے اور دھاڑتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی روایات کی کثیر تعداد موجود ہے جس میں محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل اس مخصوص آگ کو الساعت کی سب سے بڑی اور آخری علامات واشراط میں سے ایک قرار دیا اور جب دس کی دس علامات واشراط آ جائیں گی تب دنیا کے لوگ دنیا کی قومیں اس آگ پر آپس میں ایسے لڑیں گی جیسے کہ بھوکے کتے ہڈی پر نہ صرف اکٹھے ہو جاتے ہیں بلکہ اس کے حصول کے لالچ میں آپس میں لڑتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: لا الہ الا اللہ، ویل للعرب من شر قد اقترب! فتح الیوم ردم یاجوج وماجوج مثل ھذہ. وحلق بأصبعہ لابھام والتی تلیھا، قیل : أنھلک وفینا الصالحون؟ قال: نعم، اذا کثر الخبث. مسلم، ترمذی، ابن ماجہ

رسول اللہ ﷺ نے کہا: نہیں الٰہ مگر اللہ یعنی کوئی بھی ایسی ذات نہیں جس کے فیصلے سے جس کے کہے کے مطابق، جس کے پیچھے یا جس کے لیے اس میں سے کچھ بھی استعمال کیا جائے جو کچھ بھی دیا گیا۔ جو کچھ بھی اللہ نے دیا خواہ وہ مال ہو، اولاد ہو، ذہانت ہو، سننے دیکھنے یا سمجھنے کی صلاحیتیں ہوں، کوئی بھی عضو دیا گیا، کوئی مقام و مرتبہ دیا گیا، جو بھی صلاحیتیں دی گئیں، کچھ بھی کرنے کی صلاحیت یا جو کچھ بھی دیا گیا ان میں سے کسی کا بھی استعمال کرنا ہے جس کے لیے بھی کرنا ہے جس کے فیصلے کے مطابق ان میں سے کسی کا استعمال کرنا ہے وہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی ذات نہیں اور اگر ایسا کیا جائے جو کہ عنقریب کیا جائے گا تو ویل ہے عرب کے لیے اس شر سے تحقیق جو آیا ہی چاہتا ہے۔ کھل گئی جس وقت ردم یاجوج اور ماجوج کی اس کے مثل اور دائرہ بنایا انگوٹھے اور شہادت کی اُنگلی سے۔ پوچھا گیا کہ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے اور ہم میں ہوں گے اصلاح کرنے والے؟ جواب دیا ہاں جب خبث کی کثرت ہو جائے گی یعنی جب غیر فطرتی اشیاء کی کثرت ہو جائے گی۔

القارعہ ہو یا جوج اور ماجوج ہوں، فتنہ الدجّال ہو یا عربوں کے لیے دنیا و آخرت میں ہلاکت ان سب کا بنیادی تعلق اس روایت میں بیان کر دیا گیا اور وہ محمد علیہ السلام نے اس شر کی طرف اشارہ کیا اور اس وقت کہا کہ جب یاجوج اور ماجوج والی ردم میں سوراخ ہو جائے گا تب وہ شر بالکل قریب ہی آ چکا ہو گا۔

اس روایت میں محمد علیہ السلام کے الفاظ سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ محمد علیہ السلام نے اس شر کو یاجوج اور ماجوج کے کھلنے سے مشروط کر دیا اور کہا کہ وہ وقت وہ مدت جب یاجوج اور ماجوج کی ردم انگلی اور انگھوٹھے کو ملانے سے جو دائرہ بنتا ہے اتنی کھل گئی تب عربوں کے لیے ایک شر بالکل قریب آ چکا ہوگا جس سے عرب کے لیے دنیا و آخرت میں ویل ہوگی، ویل یعنی زمین سے اس کا خون نکالنے سے زمین کی جو حالت بن جائے گی جو کہ جہنم کا سب سے اذیت ناک مقام ہوگا اور اس دنیا میں اسی کی وجہ سے جو ہلاکتیں آئیں گی جو آگ و بارود کی بارش ہوگی۔

پیچھے آپ تفصیل کیساتھ جان چکے کہ یاجوج اور ماجوج کی ردم کا کھلنا تو کیا اب تو نہ صرف یاجوج اور ماجوج کھل چکے بلکہ یاجوج اور ماجوج نے جو کچھ بھی کرنا تھا وہ کر چکے، آسمانوں و زمین اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کے سب میں فساد کر چکے اور جبکہ حقیقت یہ ہے تو پھر آج اس شر کو نہ صرف موجود ہونا چاہیے بلکہ اس شر سے عربوں کے لیے جس ہلاکت کا ذکر کیا تھا وہ بھی موجود ہونی چاہیے عربوں کو اس ہلاکت کا شکار ہونا چاہیے۔

اس شر کی نشاندہی کے لیے اور اس کی بالکل واضح پہچان کے لیے اس شر کو بالکل کھول کر واضح کرنے کے لیے فتنوں سے متعلق جو الفاظ استعمال کیے اور جو کہا اس سے نہ صرف بالکل ہر لحاظ سے کھل کر اس شر کی وضاحت ہو جاتی ہے وہ شر واضح ہو جاتا ہے بالکل کم سے کم فہم و عقل والے شخص کے لیے بھی اسے سمجھنے میں رائی برابر بھی مشکل پیش نہیں آتی۔ وہ شر کونسا تھا اور ہے اس کا محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیوں قبل مختلف پہلوؤں سے ذکر کیا اور اتنی صراحت کیساتھ ذکر کیا کہ کم سے کم فہم انسان کے لیے بھی جاننا انتہائی آسان ہو جائے لیکن آج حقیقت تو یہ ہے کہ ہر کوئی اس سے غافل ہے۔ جس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آخر وہ کیا وجہ تھی جس وجہ سے محمد علیہ السلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل اتنی صراحت کیساتھ کھول کر ہر پہلو سے واضح کر دیا تھا۔ اب آتے ہیں ان روایات کی طرف اور ترتیب سے ان روایات کی روشنی میں حق آپ کے سامنے بالکل کھول کھول کر رکھتے ہیں۔ درج ذیل روایت میں اسی سے متعلق محمد علیہ السلام کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ قال: لتقصدنكم نار هي اليوم خامدة في وادٍ يقال له: برهوت، تغشى الناس، فيها عذاب اليم، تأكل الانفس والاموال تدور الدنيا كلها في ثمانية أيام، تطير طير الريح والسحاب، حرها أشد من حرقها بالنهار، ولها ما بين السماء والأرض دوى كدوى الرعد القاصف، هي من رؤس الخلائق ادنى من العرش، قيلَ يا رسول الله ﷺ! أسليمة هي يومئذٍ على المؤمنين والمؤمنات؟ قال، اين المؤمنون والمؤمنات يومئذٍ؟ هم شر من الحمر يتسافدون كما تتسافد البهائم وليس فيهم رجل يقول: مه مه. طبرانی، ابن عساکر

رسول اللہ ﷺ نے عربوں کے لیے کہا: آگ کے حصول کے لیے تمہارا قصد کیا جائے گا یعنی دنیا والے تمہارے پیچھے پڑیں گے ان کا مقصد آگ کا حصول ہوگا جسے حاصل کرنے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جائیں گے خواہ اس کے لیے انہیں کچھ بھی کرنا پڑے خواہ اس کے حصول کے لیے تمہیں کشت و خون میں نہلایا جائے یا تمہیں طرح طرح کی سہولتوں و آسائشوں، عیاشیوں، عورت، اقتدار و حکومت اور اعلیٰ عہدوں سمیت کسی بھی قسم کا لالچ دیکر تم سے وہ آگ حاصل کی جائے گی اس آگ کے حصول کے لیے تمہارے پیچھے پڑا جائے گا دنیا کی قومیں دنیا کے لوگ اس آگ کے لیے تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ وہ آگ آج اِس وقت ٹھنڈی حالت میں پڑی ہے ایک وادی میں جسے برھوت کہا جاتا ہے۔ قرب قیام الساعت جو دخانٍ یعنی طرح طرح کی گیسیں انسانوں کو ڈھانپ لیں گی وہ اسی آگ سے ہوں گی اس میں عذاب الیم ہوگا یعنی اس آگ کی وجہ سے انسانوں کے اپنے ہی اعمال کے رد اعمال سے خارج ہونے والی گیسیں پوری دنیا کے انسانوں کو ڈھانپ لیں گی جو کہ اشراط الساعت کی سب سے آخری اور بڑی علامت و شرط ہے جس پر قرآن میں پوری ایک سورت الدخان موجود ہے، اور ان کی وجہ یعنی دخانٍ جو کہ انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال کی صورت میں طرح طرح کی گیسیں ہوں گی ان سے انسانوں کو طرح طرح کی ہلاکتوں، مصیبتوں، پریشانیوں، بیماریوں، زلزلوں، طوفانوں اور سیلابوں سمیت طرح طرح کی تباہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ آگ کھا جائے گی جانوں کو اور اموال کو یعنی وہ آگ جانداروں اور اموال کو اپنا شکار کر کے ان کا نقصان کرے گی انہیں ختم کر دے گی، گھومے گی ساری دنیا میں آٹھ مراحل میں، اس آگ سے فضا میں اڑنے والی مخلوقات اڑیں گی وہ آگ اڑے گی جیسے ہوا اور وہ آگ اڑے گی جیسے بادل اڑتے ہیں۔ اس آگ کی حرارت کی شدت سے دن میں حرارت یعنی گرمی کی شدت بڑھے گی یعنی نا صرف اس آگ کی شدت دن میں سورج کی شدت سے سخت ہوگی بلکہ اس آگ کی

حرارت کی شدت کی وجہ سے دن میں سورج کی گرمی کی شدت بھی بڑھتی جائے گی۔ اس کے لیے ہوگا جو بھی آسمان اور زمین میں ہے، وہ ایسے انتہائی اونچی آواز میں گرجے گی جیسے بادلوں میں بجلی کڑکتی ہے جیسے بادل گرجتے ہیں، ہوگی مخلوقات کے سروں کے اوپر اور عرش سے نیچے یعنی بالکل ایسے جیسے کہ جب پرندے اڑ رہے ہوتے ہیں تو وہ مخلوقات کے سروں سے اوپر ہوتے ہیں آسمان میں اور عرش کے نیچے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا وہ آگ اُس وقت سلامتی ہوگی مومنون اور مومنات کے لیے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ جس وقت اس آگ کے حصول کے لیے عربوں کا قصد کیا جائے گا یعنی دنیا والے ان کے پیچھے پڑیں گے اور جو کچھ اس آگ کے بارے میں بتایا گیا وہ سب ہوگا تو اس وقت دنیا میں مومنون اور مومنات ہوں گے کہاں؟ اس وقت تو مومنون اور مومنات یعنی ایسے لوگ جو اللہ کی دعوت کو دل سے تسلیم کر کے اسی طرح اس پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں وہ ہوں گے کہاں؟ اس وقت ایسے لوگ ہوں گے ہی نہیں جو اللہ کے قانون میں مومن ہوں۔ اس وقت وہ لوگ جو خود کو مومنون اور مومنات سمجھ اور کہلا رہے ہوں گے وہ انتہائی برے ہوں گے وہ گدھوں سے بھی برے ہوں گے وہ ایسے رستوں میں جنسی حاجات کو پورا کریں گے جیسے جانور رستوں چوراہوں میں جنسی حاجات کو پورا کرتے ہیں اور ان میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو انہیں کہے کہ نہ کرو نہ کرو۔

قصد. قصد کہتے ہیں کسی کے پیچھے پڑ جانا۔ جیسے عرف عام میں کہا جاتا ہے کہ فلاں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گیا ہے یا فلاں مجھ سے شئے لینے کے لیے میرے پیچھے ہی پڑ گیا ہے کہ وہ مجھ سے وہ شئے لے کر ہی چھوڑے گا۔ یعنی جس مقصد کے لیے کسی کے پیچھے پڑا جائے اس وقت تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا جائے جب تک کہ مقصد پورا نہ ہو جائے خواہ اس کے لیے کچھ بھی ہو جائے خواہ جس کے پیچھے پڑا جائے وہ تباہ برباد ہی کیوں نہ ہو جائے اس کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے، اسے کسی بھی قسم کا لالچ دیکر یا جو بھی کرنا پڑے وہ کر کے شئے کو ہر حال میں حاصل کیا جائے۔

وہ شر جس کے بارے میں محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ قریب ہی آ گیا ہے اور اس سے عربوں کے لیے دنیا و آخرت میں خرابی و تباہی ہے وہ آگ ہے جو وادی برھوت میں ٹھنڈی پڑی ہے اور اس کی پہچان کے لیے محمد علیہ السلام نے غیر معمولی نشانیاں بیان کر دیں اور وادی برھوت کسے کہتے ہیں اس کا جواب بھی درج ذیل روایت سے مل جاتا ہے۔

وادٍ حضر موت یقال له برھوت. ابن ابی حاتم

وہ وادیاں جو سرسبز ہیں ان کی موت جہاں پڑی ہے اسے برھوت کہا جاتا ہے۔

اب آپ خود غور کریں زمین میں جہاں جہاں جو جو بھی وادیاں ایسی ہیں جو سرسبز ہیں جہاں طرح طرح کی نباتات، درخت، جنگلات اور باغات ہیں ان کی جو موت ہے وہ کہاں موجود ہے؟ جن وادیوں میں جن مقامات میں یا جہاں بھی ان کی موت موجود ہے اسے عربوں کی زبان میں حضر موت کہا جاتا ہے۔ موت کسے کہتے ہیں؟ پیچھے آپ پر کھول کھول کر واضح کر دیا گیا کہ موت اس مواد کو کہتے ہیں جس مواد سے شئے وجود میں آتی ہے، تو ذرا غور کریں وہ کیا شئے ہے جس سے سبزہ یعنی طرح طرح کی نباتات وجود میں آتی ہیں؟ جب آپ غور کریں گے تو آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو جائے گی کہ وہ مواد الدم ہے یعنی زمین کا خون ہے جسے آج خام تیل کا نام دیا جاتا ہے خام تیل ہی وہ مواد ہے جس سے زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے اس پر حیات وجود میں آتی ہے یوں آپ پر یہ بات بالکل کھل کر واضح ہو چکی کہ زمین کی گہرائیوں میں وہ مقامات جہاں خام تیل موجود ہے ان وادیوں کو یعنی ان مقامات کو حضر موت کہا جاتا ہے۔ حضر تو کہتے ہیں سبزے کو جو زمین اپنے اندر سے طرح طرح کی نباتات کے صورت میں نکالتی ہے اور اس کی موت زمین میں پایا جانے والا خون ہے جسے آج آپ خام تیل کہتے ہیں، جس سے بالکل کھل کھل کر واضح ہو چکا کہ حضر موت وادیاں زیر زمین وہ مقامات ہیں جہاں زمین کا خون خام تیل موجود ہے اور یہ خام تیل حقیقت میں آگ ہے جو ٹھنڈی حالت میں موجود ہے۔

پھر محمد علیہ السلام نے اس آگ کی پہچان کے لیے ایسی نشانیاں بتا دیں جو کہ غیر معمولی اور بالکل منفرد ہیں جن سے اس آگ کی پہچان میں رائی برابر بھی مشکل نہیں رہتی۔

وہ آگ اُڑے گی ہوا میں اُڑنے والوں کی طرح، اس آگ سے فضا میں تیرنے والی مخلوقات یعنی اڑنے والی مخلوقات اُڑیں گی ہوا میں، ہوا کی طرح اُڑے گی، بادلوں کی طرح اُڑے گی، پھر جب وہ اُڑے گی تو آسمان و زمین کے درمیان اُڑے گی اور جیسے بادل گرجتے ہیں اس طرح انتہائی گرجدار اور اونچی

آواز میں گرجے گی، اس کی شدت دن کی گرمی سے زیادہ ہوگی، مخلوقات کے بلند مقامات جیسے انسان کا بلند مقام اس کا سر کہلاتا ہے اسی طرح مخلوقات کے بلند مقامات سے قریب یعنی ان کے اوپر عرش سے نیچے ہوگی۔ اب آپ اگر تھوڑا سا بھی غور کریں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج آپ کو ایسی نشانیوں کی حامل کوئی آگ نظر آتی ہے؟

ایسی آگ جو ٹھنڈی حالت میں زیر زمین مقامات میں پائی جاتی ہے؟ جس سے زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے یعنی جو وہ مواد ہے جس سے نباتات وجود میں آتی ہیں؟ کیا وہ آج ہوا میں اڑ رہی ہے؟ کیا اس آگ سے ہی اڑنے والی مخلوقات اڑ رہی ہیں؟ کیا وہ آگ بادلوں کی طرح اڑ رہی ہے؟ کیا اسی آگ سے ہی خارج ہونے والی گیسیں موجود ہیں جنہوں نے پوری دنیا کے انسانوں کو ڈھانپ لیا ہے جن پر قرآن میں پوری ایک سورت الدخان موجود ہے؟ کیا اس آگ سے وجود میں آنے والی دخانِ یعنی گیسوں سے آج انسانوں کو طرح طرح کی ہلاکتوں کا سامنا ہے؟ کیا وہ آگ جب اڑتی ہے بادلوں کی طرح ہوا میں اڑنے والی مخلوقات کی صورت میں تو کیا انتہائی اونچی کڑک اور گرجدار آواز میں گرجتی ہے؟ کیا اس آگ کی شدت سے سورج کی گرمی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے؟ کیا اس آگ سے دن کو درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے؟ کیا اس آگ سے اڑنے والی مخلوقات یا اس کا اڑنا ایسے ہے کہ بلند مقامات پر اڑتی ہے بادلوں یا پھر اڑنے والی مخلوقات کی صورت میں؟

کیا وہ آگ آج جانوں و اموال کو کھا رہی ہے یعنی اس آگ سے جاندار ہوں یا اموال سب کا سب تباہ و برباد ہو رہا ہے؟ اس آگ سے تباہیاں آ رہی ہیں؟ آگ و بارود کی صورت میں اموال و جان اس کا شکار ہو رہے ہیں؟

کیا آج ایسی آگ اپنا وجود رکھتی ہے جو محمد علیہ السلام کے وقت زمین میں ٹھنڈی پڑی تھی اور آج انسانوں کو حاصل ہو چکی ہے؟ کیا آج ایسی آگ موجود ہے جس کے حصول کے لیے کچھ قومیں عربوں کا قصد کر رہی ہیں یعنی اس آگ کے حصول کے لیے عربوں کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں اور کسی بھی صورت اس آگ کو حاصل کرنے سے گریز نہیں کر رہیں؟ کیا آج کوئی ایسی آگ موجود ہے جس کے حصول کے لیے غیر عرب قومیں عربوں کو مختلف لالچ دیکر، مال و دولت سے اور طرح طرح کے لالچ دیکر ان سے وہ آگ حاصل کر رہی ہیں؟ کیا آج کوئی ایسی آگ موجود ہے جس کے حصول کے لیے عرب دنیا کو کشت و خون میں نہلایا جا رہا ہے؟

تو جب آج آپ غور کریں تو نہ صرف دہلا دینے والے حقائق آج پوری دنیا کے سامنے ہیں بلکہ ان تمام سوالات کے جوابات بالکل واضح ہیں کہ ہاں واقعتاً آج ایسی آگ موجود ہے جو محمد علیہ السلام کے وقت زمین کی گہرائیوں میں ٹھنڈی حالت میں پڑی تھی اور آج نکالی جا رہی ہے، آج آپ کو نہ صرف وہ آگ نظر آ رہی ہے بلکہ وہ پوری دنیا گھوم چکی ہے، وہ جانوں کو کھا رہی ہے اور اموال کو بھی کھا رہی ہے، اس آگ نے پوری دنیا میں تباہی برپا کی ہوئی ہے، جو جو علامات بتائی گئیں آج وہ سب آپ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں اور وہ آگ آج جسے آپ خام تیل کے نام سے جانتے ہیں وہی ہے کوئی اور نہیں اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور ہو سکتی ہے۔

وہ آگ خام تیل ہے۔ کون نہیں جانتا کہ خام تیل تو حقیقت میں آگ ہے جو زمین میں ٹھنڈی حالت میں موجود ہے آج اس آگ کے حصول کے لیے غیر عرب قومیں عرب دنیا کا قصد کیے ہوئے ہیں ان کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں اور ان سے اس آگ کے حصول کے لیے کسی بھی حد تک جانے سے گریز نہیں کر رہیں۔

اسی آگ کے حصول کے لیے شیاطین نے سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کر کے اسلامی ریاست خواہ وہ کیسی ہی تھی اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے حواریوں کو ان پر مسلط کر دیا کیونکہ ان شیاطین کو علم تھا کہ جب تک خلافت کے نام پر ایک اسلامی ریاست موجود ہے وہ کبھی بھی اس آگ کو حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ سلطنت عثمانیہ مغربی دنیا بالخصوص برطانیہ کو اپنا دشمن سمجھتی ہے اس کے علاوہ بھی کچھ عوامل موجود تھے کہ اگر مسلمان نامی قوم کی یہ ریاست قائم رہی تو جس آگ کے حصول کے لیے ان کا قصد کیا جائے گا ان پر چڑھائی کی جائے گی ان کے خلاف اقدامات کیے جائیں گے تو اتحاد کی وجہ سے کسی بھی وقت یہ قوم ہمارے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے جس کے لیے ان کی وحدت خواہ وہ کتنی ہی خامیوں و نقائص سے بھرپور کیوں نہ ہو اسے ختم کرنا پڑے گا ان میں تفرقہ پیدا کرنا ہوگا انہیں مختلف ریاستوں، فرقوں، گروہوں و جماعتوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔

یہی وہ وجہ تھی جس وجہ سے برطانیہ جو اس وقت کی عالمی طاقت تھا اس نے مسلمانوں کی صدیوں سے چلی آ رہی خلافت کے نام پر اسلامی ریاست کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے اپنے حواریوں کو متحرک کیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ جہاں اس نے خود کو امت محمد، امت مسلمہ یا مسلمان قوم کہلوانے والوں میں طرح طرح کے عقائد و نظریات کو پروان چڑھانے کے لیے اپنے تمام تر حربے استعمال کیے تو وہیں اس نے طرح طرح کے سیاسی گروہوں کو پروان چڑھایا اور ایسا جال بن دیا کہ خود کو امت محمد یا مسلمان کہلوانے والے جو اللہ کی اس امانت زمین کے محافظ تھے وہ یہ بھول گئے کہ وہ اللہ کی امانت اس زمین کے محافظ ہیں یہاں تک کہ اسلام کے نام پر ایسی ایسی خرافات عام کی گئیں کہ کسی کو علم ہی نہ رہا کہ الاسلام ہے کیا۔

برطانیہ نے اس آگ کے حصول کے لیے ہر وہ اقدام کیا جہاں سے اسے یہ خطرہ تھا کہ کل کو اس کے رستے میں کوئی رکاوٹ بن سکتا ہے، انہی اقدامات میں ایک خود کو امت محمد یا مسلمان کہلوانے والوں کو قتال فی سبیل اللہ سے دور کرنا یہاں تک کہ الاسلام سے اسے محو کرنا بھی مقصود تھا اس کی خاطر جہاں اس نے عرب دنیا میں اپنے بہروپیوں کو اسلام کے ٹھیکیداروں کے نام پر مسلط کر دیا تو وہیں اس نے برصغیر میں اپنے حواری کھڑے کیے اور ان کی بھرپور نصرت کی انہی حواریوں میں ایک ''مرزا غلام قادیانی'' تھا۔

جو اللہ کا رسول مثل عیسیٰ ابن مریم ہونے کا دعویدار بھی تھا جو اللہ کے قانون میں بدترین مشرک اور اپنے دعوے میں سخت ترین جھوٹا اور اللہ کا دشمن تھا۔ آگے چل کر اس موضوع کے تحت ایسے دلائل کیساتھ بات ہوگی کہ دنیائے قادیان جو خود کو جماعت احمدیہ کہلواتے ہیں منہ چھپانے کے قابل بھی نہ رہیں گے۔

اسی آگ کے حصول کے لیے مغربی دنیا نے ہر طرح کے حربے استعمال کیے اور کر رہے ہیں مثلاً آپ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اگر اسے اس آگ کے حصول کے لیے مال و دولت اور عیاشیوں کا لالچ عرب دنیا کے لیے کارگر ثابت ہو رہا ہے تو وہ ایسا ہی کر رہے ہیں۔

آپ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، قطر، بحرین سمیت عرب دنیا کو دیکھ سکتے ہیں ان پر وہ اپنے انعامات کی بارش کر رہے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر حیران کن بات تو یہ ہے اور اٹل حقیقت ہے کہ ان تمام عرب ریاستوں کی حفاظت کی ذمہ داری آج امریکہ کی سرپرستی میں مغربی دنیا کی ذمہ داری ہے، کوئی بھی عرب دنیا کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔

اور اس کے برعکس جہاں یہ لالچ کارگر ثابت نہیں ہوتے یا جس حواری کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ حقیقت کو سمجھ جاتا ہے کہ وہ تو امریکہ کی سرپرستی میں مغربی دنیا کے ایک کتے کی حیثیت رکھتا ہے جسے انہوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لیے پال رکھا ہے اور وہ اپنے مالکان امریکہ کی سرپرستی میں مغربی دنیا کے سامنے دم ہلاتے ہوئے ان کے مفادات کا محافظ بنا ہوا ہے اس حقیقت کے کھلنے پر جیسے ہی اس میں بغاوت کے اثرات نظر آتے ہیں تو صدام اور قذافی سمیت کئی مثالیں آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

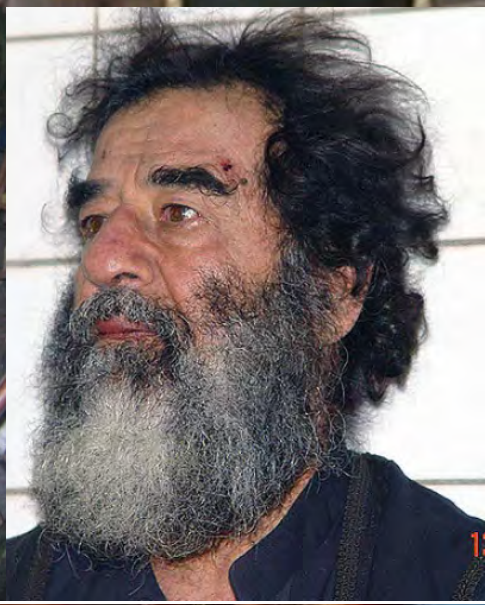

ایسا کرنے والوں کی حفاظت تو دور خود ان کی ریاستوں پر بارود کی بارش کر کے برباد کیا جاتا ہے عوام پر کارپٹ بمباری کی جاتی ہے طرح طرح کے ہتھیاروں کو آزما کر دنیا میں اپنے اسلحے اور قوت کی نہ صرف نمائش کی جاتی ہے بلکہ یوں انہیں اسلحے کے خریدار ملتے ہیں، کمزور ریاستیں اپنے دشمنوں سے حفاظت کے لیے ان سے معاہدے کرتی ہیں اور وہ ہر طرح سے اپنے مفادات کے حصول میں کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں۔

اور جہاں معاملات اس سے بھی زیادہ گھمبیر ہوں تو آج آپ یمن، شام، لیبیا، عراق سمیت باقی ایسی عرب ریاستوں کو دیکھ سکتے ہیں کہ وہاں کس قدر کشت و خون کیا جا رہا ہے۔

آج یہ حقیقت آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ تمہارا قصد کیا جائے گا اس آگ کے لیے جو آج اس وقت ٹھنڈی پڑی ہوئی ہے تو کیا آج اسی آگ کے لیے قصد نہیں کیا جا رہا؟ حقیقت ہر لحاظ سے آپ کے سامنے ہے۔ کون نہیں جانتا آج عرب دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ سب اسی آگ کے حصول کی خاطر ہو رہا ہے جسے خام تیل کا نام دیا جاتا ہے۔

پھر محمد علیہ السلام نے اس آگ کی پہچان کے لیے جو راہنمائی کی، اس آگ کی پہچان کے لیے جو الفاظ استعمال کیے وہ بھی انتہائی حیران کن اور چونکا دینے والے ہیں جیسا کہ محمد رسول اللہ نے کہا قیام الساعت کی اشراط میں سے ایک شرط دخانِ یعنی جو گیسیں انسانوں کو ڈھانپ لیں گی وہ اسی آگ سے ہوں گی اس میں عذاب الیم ہوگا یعنی اس آگ کی وجہ سے ترقی و خوشحالی کے نام پر انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے جانے والے مفسد اعمال کے رد اعمال سے خارج ہونے والی گیسیں پوری دنیا کے لوگوں کو ڈھانپ لیں گی اور ان کی وجہ سے انسانوں کو طرح طرح کی ہلاکتوں، مصیبتوں، پریشانیوں، بیماریوں، زلزلوں، طوفانوں اور سیلابوں سمیت طرح طرح کی تباہیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس آگ کا پوری دنیا کے لوگوں کو ڈھانپ لینا۔

آگے چل کر الدخانِ کے موضوع پر تفصیل کیساتھ اس پر بات کی جائے گی لیکن یہاں آپ ذرا غور تو کریں ان دخانِ یعنی آج جو گیسیں پوری دنیا کی فضا میں بھر چکی ہیں جن کی وجہ سے انسانوں کو طرح طرح کی بیماریوں و اموات سمیت ہلاکتوں کا سامنا ہے ان کی اصل وجہ اور بنیاد کیا یہی آگ خام تیل نہیں ہے؟ بالکل ان کی بنیاد یہی آگ خام تیل ہے دخانِ اسی آگ سے ہیں۔

دابۃ الارض جو کہ آگے چل کر اپنے موضوع کے تحت ہر لحاظ سے کھول کھول کر واضح کیا جا چکا جو کہ انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے اللہ کے مقابلے پر خلق کردہ سواری کے ذرائع ہیں جو تیر کر، رینگ کر، چل کر اور اڑ کر حرکت کر رہے ہیں جو پوری دنیا میں دھندناتے پھر رہے ہیں یہ سب کے سب جس ایندھن سے چلتے ہیں اس ایندھن کے جلنے سے طرح طرح کی گیسیں خارج کر رہے ہیں وہ ایندھن مختلف اقسام کا پیٹرول ہو یا ڈیزل یا پھر کیروسین مٹی کا تیل یہ سب کا سب خام تیل سے ہی اخذ کیا جا رہا ہے۔ کارخانے جس ایندھن سے چلتے ہیں وہ اسی خام تیل سے اخذ کیا جاتا ہے، ان کے علاوہ جہاں جہاں سے بھی یہ زہریلی گیسیں خارج کی جا رہی ہیں ان کی بنیاد یہی خام تیل وہ آگ ہے جس کا ذکر آج سے چودہ صدیاں قبل محمد علیہ السلام نے کیا تھا۔

پھر محمد علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ آگ کھا جائے گی جانوں کو اور اموال کو۔

تو ذرا غور کریں کیا آج یہی آگ پوری دنیا میں جانوں اور اموال کو نہیں کھا رہی؟ ذرا غور تو کریں آج دنیا میں ہونے والی تمام کی تمام جنگیں کیا اسی آگ کی وجہ سے نہیں ہو رہیں؟ جن میں لاکھوں نہیں کروڑوں جانوں کا نقصان ہو رہا ہے اور شہروں کے شہر کھنڈرات میں بدل رہے ہیں۔ اس کے علاوہ زمین سے اس آگ کے نکالے جانے کی وجہ سے زمین کھوکھلی ہو رہی ہے جس سے زمین جگہ جگہ سے دھنس رہی ہے، پھر اسی کی وجہ سے جو گیسیں پوری دنیا کی فضا میں بھر چکی ہیں جن کی وجہ سے طرح طرح کی تباہیوں میں وسیع پیمانے پر جانی و مالی نقصانات ہو رہے ہیں، پھر جن مشینوں سے پہاڑوں کو کاٹا جا رہا ہے ان کی مائننگ یعنی کان کنی کی جا رہی ہے ان کی بنیاد بھی یہی آگ ہے اور پہاڑوں کو کاٹنے سے زمین کا توازن بگڑ کر زلزلے و تباہیاں آ رہی ہیں ان میں بھی جانی و مالی نقصان، اسی آگ کی وجہ سے موسموں کا نظام درہم برہم اور درجہ حرارت دن بہ دن بڑھتا چلا جا رہا ہے جس وجہ سے طرح طرح کی تباہیوں میں جانی و مالی نقصان یوں اس آگ کے نقصانات پر بات کی جائے تو الفاظ ختم ہو جائیں آپ بات کرتے کرتے تھک جائیں لیکن اس کے نقصانات کو شمار نہ کر سکیں۔

آج یہ آگ پوری دنیا میں جانوں اور اموال کو کھا رہی ہے یوں محمد علیہ السلام کے آج سے چودہ صدیاں قبل کہے گئے یہ الفاظ بھی بالکل سچ ثابت ہوتے ہیں۔

پھر محمد علیہ السلام نے کہا کہ گھومے گی ساری دنیا میں آٹھ مراحل میں، اس آگ سے فضا میں اڑنے والی مخلوقات اڑیں گی وہ آگ اڑے گی جیسے ہوا اور وہ آگ اڑے گی جیسے بادل اڑتے ہیں۔

آج یہ آگ پوری دنیا میں گھوم چکی، پوری دنیا میں دھندناتی پھر رہی ہے۔ آج اسی آگ سے فضا میں اڑنے والی مخلوقات دابۃ الارض جہازوں و ہیلی کاپٹروں کی صورت میں اڑ رہا ہے یہ حقیقت بھی آج آپ کے سامنے ہے۔ پھر غور کریں جس ایندھن سے یہ جہاز و ہیلی کاپٹرز وغیرہ اڑتے ہیں وہ ایندھن کہاں سے آیا؟ وہ یہی آگ ہی تو ہے جسے آپ خام تیل کہتے ہیں اسی سے اخذ کیا جاتا ہے۔

اب آپ سے ہی سوال ہے کہ کیا آج یہ آگ ہوا کی طرح نہیں اڑ رہی؟ آج آپ پوری دنیا کی فضا کو دیکھیں وہ اسی آگ سے بھری ہوئی ہے یعنی جن گیسوں سے بھری ہوئی ہے وہ اسی آگ سے ہی تو خارج ہو رہی ہیں۔

کیا آج یہ آگ بالکل بادلوں کی طرح نہیں اڑ رہی؟ ذرا آپ کارخانوں کی چمنیوں کو دیکھیں۔

اوراب سوچیں کہ آج سے چودہ صدیاں قبل اس کا ذکر کرنا مقصود ہوتا تو کس طرح ذکر کیا جاتا؟ کون سے الفاظ کا استعمال کیا جاتا؟ کیا اس سے بہتر کوئی اور الفاظ ہو سکتے تھے جو محمد علیہ السلام نے اس وقت استعمال کیے جب ان اشیاء کے بارے میں تصور کرنا بھی محال تھا۔ آج آپ اپنی آنکھوں سے اس آگ کو بادلوں کی طرح اڑتا ہوا دیکھ سکتے ہیں یوں یہ حقیقت بھی آپ کے سامنے ہے۔
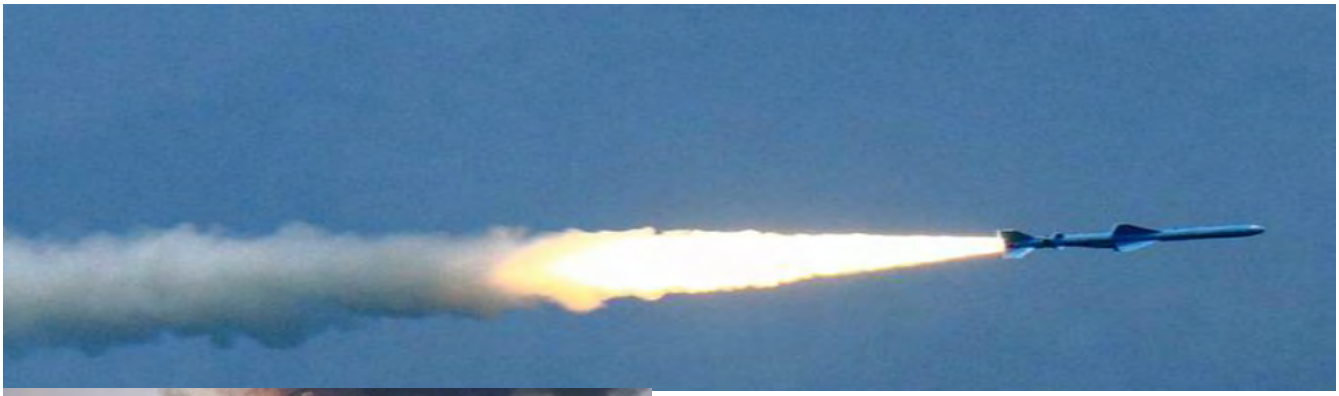
اس آگ کے اُڑنے کی تصاویر دیکھیں۔